ماہنامہ جہان علم

(ماہ ربیع الغوث) 1445ھ

(چند اہم مضامین)

- مفتی ، فقہ میں وسعت ذہن و فکر کیسے پیدا کریں؟
- کیا حضور علیہ السلام نے گیارہویں منائی؟
- صحابی رسول حضرت نعمان بن بشیر کا تعارف
- غوث پاک کی علمی و تصنیفی خدمات

ماہنامہ جہانِ علم

مجلس ماہنامہ جہانِ علم

JAHAN E ILM

نعتِ رسول مقبول ﷺ

دے الٰہی الفتِ امی لقب
میں بھی کر لوں مدحتِ امی لقب

نعت گوئی کی مجھے خیرات دے
ہو عیاں پھر رفعتِ امی لقب

ٹکڑے کر کے چاند کے بتلا دیا
اس کس قدر ہے قدرتِ امی لقب

قبلے کی تحویل سے ثابت ہوا
رب کی چاہت چاہتِ امی لقب

ہے تمنا ہو مدینے کا سفر
میں بھی پاؤں قربتِ امی لقب

اس کو خُشنُی کا ہے وعدہ مل گیا
جس نے پائی صحبتِ امی لقب

بارِ عصیاں سے کمر ہے جھک گئی
ہو کرم اب حضرتِ امی لقب

حاتم با جود بھی گر دیکھ لے
وہ بھی مانگے شفقتِ امی لقب

ہو نہیں سکتا بیاں رب کا کرم
ہے عطائے نسبتِ امی لقب

جھولیاں بھر دیجیے سرکار اب
دیکھ لوں میں رحمتِ امی لقب

دونوں عالم کی اماں ہی مل گئی
مل گئی گر نصرتِ امی لقب

ان کا طالب ہو کے کیوں در در پھروں
ہے جو حاصل نسبتِ امی لقب

ابو حنین سید ثقلین البخاری طالبؔ

منقبتِ غوث اعظم رحمہ اللہ

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اُونچے اُونچوں کے سَروں سے قدم اعلیٰ تیرا

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

کیا دَبے جس پہ حِمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کُتّا تیرا

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے
پیارا اللہ ترا چاہنے والا تیرا

مصطفیٰ کے تنِ بے سایہ کا سایہ دیکھا
جس نے دیکھا مری جاں جلوۂ زیبا تیرا

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظّارہ تیرا

تجھ سے در در سے سگ اور سگ سے ہے مجھکو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دُور کا ڈورا تیرا

مجھ کو رُسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یوں ہی
کہ وہی نا، وہ رضاؔ بندۂ رُسوا تیرا

فخرِ آقا میں رضاؔ اور بھی اِک نظمِ رفیع
چل لکھا لائیں ثناخوانوں میں چہرا تیرا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان

اداریہ ماہنامہ جہان علم انٹرنیشنل

مفتی، فقہ میں وسعت ذہن و فکر کیسے پیدا کریں؟

محمد مجیب قادری رضوی حنفی العربی

ماشاءاللّٰہ سبحان اللّٰہ

ماہ ربیع الاخر کا ماہنامہ آپ کے مطالعہ کی میز پر ہے، یہ ماہ سید الاولیاء غوث الاعظم سے موسوم ہے جو امام الاولیاء ہیں حصول برکت کے لیے ایک لطیف نکتہ عرض کرتا چلوں قرآن مجید میں ولی، ولایت، اور اولیاء کا لفظ ۹۰ مرتبہ ایا ہے اور حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک بھی ۹۰ سال رہی اپ کی وفات راجح قول کے مطابق ۹۰ سال کی عمر میں ہوئی سبحان اللہ سبحان اللہ۔

اب ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں ہمارے مفتیان کرام تغیر زمان و مکان کے بابت یہ فقہی اصول بیان کرتے ہیں:

لاینکر تغیر الأحکام بتغیر الزمان،[1]

کہ تغیر زمان و مکان سے فقہی فروعی مسائل میں تغیر و تبدل ممکن ہے مگر پھر بھی فروعی مسائل میں فتوی دینے سے گھبراتے ہیں جبکہ ایسا ہونا نہیں چاہیے۔

فقہ کا لغوی معنی ہے

کسی شے کا جاننا اور اُس کی معرفت و فہم حاصل کرنا۔

قرآن حکیم میں درج ذیل مواقع پر یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے[2]

۱/ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ[3]

بولے اے شعیب ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمہاری بہت سی باتیں

۲/ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَا لِهٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا۔[4]

تم فرمادو سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کوئی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔[5]

۳/ فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ۝

تواُن کے دلوں پر مُہر لگا دی گئی سو وہ (کچھ) نہیں سمجھتے ۝[6]

حدیثِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں بھی فقہ کا لفظ سمجھ بوجھ کے معنی میں استعمال ہوا ہے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا

مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ.

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرما دیتا ہے[7]

اسی لئے شرعی اصطلاح میں فقہ کا لفظ علمِ دین کا فہم حاصل کرنے کے لئے مخصوص ہے[8]

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فقہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں

الفقہ معرفة النفس، مَالَهَا وما علیها.

فقہ نفس کے حقوق اور فرائض و واجبات جاننے کا نام ہے۔[9]

---

[1] (کمافی مجلة الأحکام العدلیة المادة ۳۹، وشرح القواعد الفقهیة للزرقا ص ۲۲۷ وغیر ذلک)
[2] (لسان العرب، ۱۳/ ۵۲۲)
[3] (ھود، ۱۱/ ۹۱)
[4] (النساء، ۴/ ۷۸/)
[5] (تفسیر صراط الجنان)
[6] (المنافقون ۶۳/ ۳)
[7] (بخاری، الصحیح، کتاب العلم، باب من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین، ۱: ۳۹، رقم: ۷۱، مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب النهی عن المسألة، ۲: ۷۱۸، رقم ۱۰۳۱)
[8] (لسان العرب، ۱۳/ ۵۲۲)
[9] (الزرکشی، المنثور، ۱: ۶۸)

بالعموم فقہاء کرام فقہ کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

العلم بالأحکام الشرعیة العملیة من أدلتها التفصیلیة.

(فقہ) شریعت کے وہ فروعی احکام جاننے کا نام ہے جو تفصیلی دلائل سے ماخوذ ہوں۔"

مندرجہ بالا تعریفات واضح کرتی ہیں کہ فقہ اسلامی سے مراد ایسا علم و فہم ہے جس کے ذریعے قرآن و حدیث کے معانی و اشارات کا علم ہو جائے اور احکامات کے مخصوص دلائل کے ذریعے معرفت حاصل ہو جیسے نماز کی فرضیت کا علم اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃ کے ذریعے حاصل ہوا، زکوٰۃ کی فرضیت کا علم اٰتُوا الزَّکٰوۃَ کے ذریعے حاصل ہوا۔

اسی طرح مجتہدین عظام نے اپنے اپنے دور میں اپنے اپنے طور سے فقہ کی تعریف کی ہے لیکن سب کا عطر مجموعہ اور نچوڑ جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے، وہ یہ ہے

فقہ۔ مقصدِ شرع کے ادراک کا نام ہے[1]

الفاظ بہت کم ہیں، مگر جتنی بھی تعریفیں اس سلسلے میں کی گئیں ہیں سب کو جامع ہیں۔

آگے فرماتے ہیں:

مِن کا ترجمہ سے اور الی کا ترجمہ تک۔ جاننے کا نام فقہ نہیں ہے۔[2]

یعنی جیسے قرآن میں مِنۡ آیا ہے، اِلٰی آیا ہے، فِیۡ آیا ہے، ان کا ترجمہ جاننے کا نام فقہ نہیں ہے۔ بلکہ فقہ مقصدِ شرع کے ادراک کا نام ہے۔ شریعت ہم سے کیا مطالبہ کرتی ہے؟ کیا چاہتی ہے؟ یہ جاننا ضروری ہے۔

مثال کے طور پر زکوٰۃ و صدقات کے مصارف قرآن کریم میں آٹھ بیان کئے گئے ہیں۔

سورۃ التوبۃ کی آیت ۶۰ میں ارشاد کیا گیا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً۔۔۔

مگر غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے خواہ وہ کتنا ہی حاجت مند ہو، زکوٰۃ مسلمان غرباء کا حق ہے، غیر مسلم کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ اداء نہیں ہوتی اور قرآن کریم میں زکوٰۃ کے مصارف میں مؤلفۃ القلوب کا جو ذکر ہے، یہ مصرف دورِ صدیقی میں اجماعِ صحابہ کے ذریعے منسوخ ہو چکا ہے، اب اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے بھی کسی غیر مسلم حاجت مند کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

قال الکاسانی

لا یجوز صرف الزکاۃ الی الکافر بلا خلاف لحدیث معاذ رضي اللّٰہ عنہ: خذ من أغنیائھم وردھا الی فقرائھم۔[3]

و قال الحصکفي

سکت عن المؤلفة قلوبھم لسقوطھم اما بزوال العلة أو نسخ بقوله صلی اللّٰہ علیہ وسلم لمعاذ في آخر الأمر: خذھا من أغنیائھم وردھا في فقرائھم۔ قال ابن عابدین: قوله: (لسقوطھم) أي: في خلافة الصدیق لما منعھم عمر رضي اللّٰہ عنہ، وانعقد علیہ اجماع الصحابة۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وقال: فلا تدفع الی من کان من المؤلفة کافراً أو غنیاً، وتدفع الی من کان منھم مسلماً فقیراً بوصف الفقر لا

---

[1] (فتاویٰ رضویۃ)

[2] (فتاویٰ رضویۃ)

[3] (بدائع الصنائع: ۲/۴۹، کتاب الزکاۃ، فصل الذي یرجع الی المؤدی الیہ، :دار الکتب العلمیة، بیروت، تاتارخانیة: ۳/۲۱۱)

لکونہ من المؤلفة۔[1]

مگر رسول کائنات ﷺ کے زمانے میں آٹھوں مصارف کو زکوٰۃ دی گئی چونکہ فقہ نام ہے مقصد شرع کے ادراک کا تو صحابہ کرام نے غوروفکر کیا کہ آٹھوں مصارف میں سے ہر ایک میں زکوٰۃ کا مقصدِ شرع کیا ہے؟ اور ہر ایک میں اس کا مقصد شرع آج بھی پایا جاتا ہے یا نہیں؟ صحابہ کرام نے سمجھا کہ غیر مسلموں کو تالیف قلب کے لئے زکوٰۃ دینے کا جو مقصد تھا آج وہ مقصد باقی نہیں رہا تو انہوں نے اجماع کرلیا کہ آج زکوٰۃ کا آٹھواں مصرف مولفۃ القلوب نہیں رہا۔ اب صرف سات ہی مصارف پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جائے گی۔ اب اس کے بعد اگر کوئی شخص مولفۃ القلوب کو زکوٰۃ دیتا ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

دوسری طرف نصِ قرآنی بظاہر صاف ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صراحت کے ساتھ فرمایا کہ مولفۃ القلوب کو زکوٰۃ دی جائے گی لیکن صحابہ نے اجماع کرلیا کہ مولفۃ القلوب کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی، اس لئے کہ صحابہ جانتے اور سمجھتے تھے کہ مولفۃ القلوب کو زکوٰۃ دینے سے مقصود کیا ہے؟ جب تک وہ مقصد باقی رہا، ان کو زکوٰۃ دی گئی اور جب وہ مقصد باقی نہیں رہا تو مولفۃ القلوب کو زکوٰۃ دینا بند کردیا گیا۔

بالفرض اگر آج کئی مصارف ایسے ہوں جن سے مقصدِ شرع کی تکمیل نہیں ہوتی ہے یا مقصدِ شرع کی تکمیل میں اس کی ضرورت نہیں پڑتی ہے تو سات سے چھ، چار یا تین بھی کیا جاسکتا ہے، یہ بالفرض کہہ رہا ہوں، اگرچہ واقعہ میں ایسا اب تک نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ فقہ درحقیقت مقصدِ شرع کے ادراک اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کا نام ہے۔۔

تجزیہ و تحلیل کی اہمیت۔؟

آج ہم بس کتابیں پڑھ لیتے ہیں، اصولوں کا انطباق نہیں کرتے، جس کی وجہ سے اختلافات بڑھ رہے ہیں۔ ہمارے متقدمین فقہا نے نصوص شرعیہ میں تجزیہ و تحلیل سے ان پانچ مقاصدِ دین، ۱/ ایمان، ۲/ جان، ۳/ عقل، ۴/ نسب اور ۵/ مال کی حفاظت کو بیان کیا۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ:

ایمان کی خاطر جان بھی جاسکتی ہے، جان کی خاطر ایمان نہیں دیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اضطراری حالت میں کلمہ کفر ادا کرنے کو جائز قرار دیا گیا ہے کہ جان بچالو، اس لئے کہ کلمہ کفر کا بول دینا اور ہے، کفر کا ارتکاب کرنا اور ہے۔ ایمان وکفر کا تعلق دل سے ہے، اگر دل مطمئن ہے تو اضطراری حالت میں کلمہ کفر کا بول دینا جائز قرار دیا جائے گا۔ پس ایمان کا درجہ پہلا ہے اور جان کا درجہ دوسرا ہے۔

آپ **جہاد کی مشروعیت** دیکھیں، ایمان ہی کی خاطر جہاد کی مشروعیت ہوئی ہے۔ جہاد میں جانیں جاتی ہیں، جانیں لی جاتی ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ ایمان کی حفاظت مقصود ہوتی ہے۔ پس جان کا نمبر دوسرا ہے اور ایمان کا نمبر پہلا ہے۔

عقل کی حفاظت تیسرے نمبر پر ہے، کیوں؟ اس کو جاننے کے لئے یہ سمجھنا ہوگا کہ عقل سے مقصود کیا ہے؟ عقل سے مقصود یہ ہے کہ اگر آدمی کے پاس عقل نہ ہو تو وہ دنیا میں کچھ بھی کر گزر سکتا ہے۔ فتنے

---

[1] (ردالمحتار مع الدر المختار: ۲/ ۳۴۲، کتاب الزکاۃ، باب مصرف الزکاۃ والعشر، دار الفکر، بیروت)

پھیلا سکتا ہے، کسی کا مال غصب کر سکتا ہے، لوٹ سکتا ہے، کچھ بھی کر سکتا ہے، تو اگر عقل سلامت رہتی ہے تو بہت سارے مفاسد سے بچا جا سکتا ہے اور بہت سے مصالح کا حصول ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد نسب کا درجہ ہے۔ نسب کی حفاظت شریعت کا مقصود کیوں ہے؟ اس لئے کہ اگر نسب محفوظ نہ ہو تو جو بچہ پیدا ہو گا اس کی کفالت و پرورش کون کرے گا؟ اسے تعلیم کون دے گا؟ سچا پکا مسلمان کون بنائے گا؟ اسی لئے نسب کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور یہ مقصودِ شرع ہے۔

اس کے بعد درجہ ہے مال کی حفاظت کا، کیونکہ جان کی حفاظت میں من جملہ مال کی ضرورت ہے۔

گویا فقہائے کرام نے اپنی تلاش و جستجو کے بعد یہ پانچ مقاصد کو ترتیب وار متعین فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ فقہ سے مقصود ان پانچ مقاصد کا حصول ہے۔ جو شخص ان پانچ مقاصد کے حصول کے طریقے کا ادراک کر لے گا وہی فقیہ ہو گا۔ فقہ یہ نہیں ہے کہ ہم نے "بہار شریعت" سے ایک مسئلہ یاد کر لیا اور فتاویٰ رضویہ سے ایک مسئلہ یاد کر لیا اور فقیہ و مفتی بن گئے۔

معاملہ یہ ہے کہ

فقہ کا جو مقصد ہے، جب تک اس مقصد تک پہنچا نہیں جائے گا اور اس مقصد کے مطابق عمل نہیں کیا جائے گا اس وقت تک ہم فقیہ نہیں کہلائے جا سکتے۔۔۔

واللہ ورسولہ أعلم بالصواب

از قلم عبدہ المذنب محمد مجیب القادری لھان خادم دار الافتاء البرکاتی علماء فاونڈیشن ضلع سرھا نیبال

۲۰۲۳/۱۰/۰۵

مضمون ابھی باقی ہے

کیا آقا علیہ السلام نے کبھی گیارہویں شریف منایا ہے؟

محمد مجیب قادري حنفي رضوي العربي

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

گیارہویں شریف منانے کا کیا حکم ہے؟

کیا نبی کریم ﷺ نے گیارہویں شریف منائی؟

سائلہ خضرا شہر لاہور پاکستان

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الامین

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

الجواب باسمہ تعالی عزوجل

۱/ مروجہ گیارہویں شریف آقا علیہ السلام نے نہیں منایا ہے

البتہ سنت ہے اور سنت سے مراد سنت رسول اللہ ﷺ اور یہ سنت قولیہ مستحبہ ہے سنیوں میں کوئی اسے خاص گیارہویں تاریخ ہونا شرعا واجب نہیں جانتا اور جو جانے محض غلطی پر ہے

۲/ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نام پر منعقد ہونے والی تقریب جو شرعا جائز ہے جس میں آپ سرکار کے حوالہ سے اللہ و رسول ﷺ اور ولایت اولیاء کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تاکہ للہ پاک آپ کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا فرمائے آپ کے علمی و عملی کارناموں سے امت آگاہ ہو، اس سے ایک طرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت سینوں میں پیدا ہوتی ہے اولیاء للہ سے انس پیدا ہوتا ہے للہ والوں کی صحبت میسر آتی ہے روحانیت، فیض اور ذہنی آسودگی ملتی ہے للہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی عبادت کی ترغیب ملتی ہے للہ والوں کی اتباع و اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے نیکی کی ترویج اور برائی کے مٹانے میں مدد ملتی ہے۔ کہنے کو یہ ایک شخص کی تقریب ہوتی ہے مگر در حقیقت یہ للہ و رسول کی بزم ہوتی ہے جہاں اللہ و رسول کا ذکر ہوتا ہے نذرانوں کی صورت میں کھانے پینے کی اشیاء آتی ہیں جو حاضرین، زائرین، بھوکے مسافر بے بسوں کے کام آتی ہیں دینے والوں کو ثواب اور کھانے والوں کو سیری و سیرابی ملتی ہے اس صدقہ سے زبانوں اور دلوں سے نکلتی دعاؤں، تلاوتوں، اذکار کا ثواب زائرین، ان کے آباؤ وامہات ان کے اساتذہ، مشائخ اور تمام مسلمانان عالم، زندہ مومنین اور بالخصوص اہل قبور و مزارات کو پہنچایا جاتا ہے ان دعاؤں کو سننے والا اللہ تعالیٰ ہے اس کی بارگاہ سے یقین ہے کہ یہ پر خلوص دعائیں قبول ہونگی مشکلات حل ہونگی، خالی جھولیاں بھریں گی، خشک ہونٹوں پر تری آئے گی پریشاں دلوں کو سکون اور بہتی آنکھوں کو خنکی ملے گی، زخمی دلوں کو مرہم اور دھتکارے ہوؤں کو ٹھکانے ملیں گے۔ شرکا، محافل کو اطمینان قلب اور عالم اسلام کو ان دعائوں کا سننے والا سکون قلوب و اذہان عطا فرمائے گا۔

اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے

وَ الَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ۔

اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو، جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔[1]

[1] القرآن الکریم، سورۃ الحشر، آیت ۱۰

اس آیت کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صرف اپنے لیے دعا نہ کرے، سلف کے لیے بھی کرے، دوسرے یہ کہ بزرگان دین خصوصاً صحابہ کرام و اہل بیت کے عرس، ختم، نیاز، فاتحہ اعلی چیزیں ہیں کہ ان میں ان بزرگوں کے لیے دعا ہے۔[۲]

بخاری شریف میں ہے

ان رجلا قال للنبی ﷺ ان أمی افتلتت نفسها و أظنها لو تکلمت تصدقت فهل لها أجر ان تصدقت عنها قال نعم۔

ایک شخص نے نبی پاک ﷺ سے عرض کی کہ میری ماں اچانک فوت ہو گئی ہیں اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بات کر سکتیں، تو صدقہ کرتیں۔ اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں، تو کیا انہیں اجر ملے گا؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں ملے گا۔[۳]

ردالمحتار میں ہے کہ

صرح علماء نا فی باب الحج عن الغیر بأن للانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره صلاة أو صوما أو صدقة أو غیرها کذا فی الهدایه

یعنی ہمارے علماء نے باب الحج عن الغیر میں صراحت فرمائی ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کر سکتا ہے۔ نماز ہو، روزہ ہو، صدقہ ہو یا کچھ اور۔ ایسا ہی ہدایہ میں ہے۔[۴]

مجتہد فی المسائل اعلی حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

گیارہویں شریف اپنے مرتبہ فردیت میں مستحب ہے اور مرتبہ اطلاق میں کہ ایصال ثواب ہے، سنت ہے اور سنت سے مراد سنت رسول اللہ ﷺ اور یہ سنت قولیہ مستحبہ ہے، سنیوں میں کوئی اسے خاص گیارہویں تاریخ ہونا شرعا واجب نہیں جانتا اور جو جانے محض غلطی پر ہے۔ ایصال ثواب ہر دن ممکن ہے اور کسی خصوصیت کے سبب ایک تاریخ کا التزام، جبکہ اسے شرعاً واجب نہ جانے، مضائقہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ ہر پیر کو

نفلی روزہ رکھتے، کیا اتوار یا منگل کو رکھتے تو نہ ہوتا؟ یا اس سے یہ سمجھا گیا کہ معاذاللہ! حضور نے پیر کا روزہ واجب سمجھا؟ یہی حکم تیجے اور چہلم کا ہے۔[۵]

علامہ فاضل عبد القادر قادری بن محی الدین الصدیقی الاربلی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۵ھ) سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وصال سے متعلق فرماتے ہیں: ''و توفی فی لیلة الإثنین بعد صلاة العشاء إحدی عشرة من ربیع الثانی سنة ''خمسمائة احدی وستین و دفن بباب الأزج۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا وصال پیر کی رات بعد نماز عشاء ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ کو ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین باب ازج میں ہوئی۔[۶]

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے عرس سے متعلق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں ہمارے ہندوستان میں حضور غوث پاک کا یوم عرس ۱۱ ربیع الآخر مشہور ہے اور یہی تاریخ آپ کی ہندی اولاد و مشائخ میں متعارف ہے۔[۷]

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد مجیب قادری لہان خادم دار الافتاء البرکاتی علماء فاؤنڈیشن شرعی سوال و جواب ضلع سرہا نیپال
۲۰۲۳/۰۹/۳۰

---

[۲] تفسیر نور العرفان

[۳] صحیح بخاری ج ۱، صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ کراچی

[۴] ردالمحتار علی الدر المختار، ج ۳، ص ۱۸۰ مطبوعہ پشاور

[۵] فتاوی رضویہ، ج ۹، ص ۲۰۵، رضا فاؤنڈیشن، لاھور

[۶] تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبد القادر، المنقبة التاسعة والستون فی وفاته، ص ۷۱

[۷] ماثبت من السنة مترجم اردو، ص ۱۶۷، اعتقاد پبلشنگ ھاؤس، دھلی بحوالہ فتاوی اہل سنت

احکامِ قرآن

کراماتِ اولیاء

دانیال رضا پیروانی

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔[1]

ترجمہ کنز العرفان: سن لو! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس آیت میں لفظِ اولیاء آیا ہے اولیاء ولی کی جمع ہے جس کا لُغوی معنی علاّمہ حُسین بن محمد راغب اَصفہانی رحمۃ اللّٰہ علیہ متوفّٰی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں کہ: "ولایت کا معنی قُرب ہے خواہ یہ قُرب جگہ کے اعتبار سے ہو یا نِسبت کے اعتبار سے یا دِین کے اعتبار سے یا دوستی کے اعتبار سے یا اعتقاد کے اعتبار سے یا نُصرت کے اعتبار سے"۔[2]

اور ولی کا اصطلاحی معنی علاّمہ مسعود بن عمر تفتازانی رحمۃ اللّٰہ علیہ لکھتے ہیں: "ولی وہ مومن کامل ہے جو عارف باِللہ ہوتا ہے ہمیشہ عبادت کرتا ہے، ہر قسم کے گناہوں سے بچتا رہتا ہے، لذّات اور شہوات میں پڑنے سے گریز کرتا ہے"۔[3]

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللّٰہ علیہ ولی کا اصطلاحی معنی بیان فرماتے ہیں کہ: "ولی وہ ہے جو عالم باِللہ ہو اور اخلاص کے ساتھ ہمیشہ عبادات کرتا ہو"۔[4]

اولیائے کرام کی اَقسام:

اولیائے کرام کی اَقسام کے بارے میں محدّثین نے بڑا تفصیلی کلام فرمایا ہے، اولیائے کرام کی چند مشہور اَقسام کے نام یہ ہیں:

(۱) اَقطاب

(۲) اَئمہ

(۳) اَوتاد

(۴) اَبدال

(۵) رِجال الغیب[5]

ولی کے مصداق اور فضائل سے متعلّق احادیث:

نبیِ آخر الزماں ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَوْلِیَاءُ اللّٰهِ الَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰهُ یعنی اولیاءُ اللہ وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ (عَزَّوَجَلَّ) یاد آجائے"۔[6]

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن الخطاب (رضي اللّٰہ عنہ) رسول اللہ (ﷺ) کی مسجد میں گئے وہاں دیکھا کہ حضرت معاذ بن جبل (رضي اللّٰہ عنہ) رسول اللہ (ﷺ) کی قبرِ انور کے قریب بیٹھے رو رہے ہیں۔ تو آپ نے پوچھا: تم کس وجہ سے رو رہے ہو؟

حضرت معاذ (رضي اللّٰہ عنہ) نے عرض کی کہ:

میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "تھوڑا سا رِیا بھی شِرک ہے اور بیشک جس شخص نے بھی میرے ولی سے عداوت رکھی اس نے اللہ سے اعلان جنگ کیا بیشک اللہ (جَلَّ جَلَالُہٗ) اُن نیک متقی بندوں سے محبت کرتا ہے جو چھپے رہتے ہیں اگر وہ غائب ہوں تو اُن کو تلاش نہیں کیا جاتا اور اگر وہ حاضر ہوں تو اُن کو بلایا نہیں جاتا، نہ پہچانا جاتا ہے اُن کے دل ہدایت

---

[1] (یونس:۶۲)

[2] (المفردات، ج۲، ص۶۹۴)

[3] (شرح المقاصد، ج۵، ص۷۲، ۷۳)

[4] (فتح الباری، ج۱۱، ص۳۴۲)

[5] (جامع کرامات اولیاء، ج۱، ص۶۹، ۷۴)

[6] (کنز العمال، الجزء الاول، ۱/۲۱۴، حدیث:۱۷۷۹)

کے چراغ ہیں وہ ہر غُبار آلود اندھیروں سے نکل آتے ہیں۔[1]

اولیائے کرام کی صفات:

۱)وَلِیُّ اللہ وہ ہے جو فرائض کی ادائیگی سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کرے۔

۲)اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہے۔

۳)اس کا دل اللہ (جَلَّ جَلَالُہٗ) کے نورِ جلال کی معرفت میں مُسْتَغْرَق (یعنی ڈوبا ہوا) ہو،

۴)جب وہ دیکھے تو قدرتِ الٰہی کے دلائل کو دیکھے اور جب سنے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رَبّ عَزَّوَجَلَّ کی ثناء ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے، اطاعتِ الٰہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے تو اُسی کام میں کوشش کرے جو قُربِ الٰہی کا ذریعہ ہو۔

۵)اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ تھکے اور چشمِ دل (دل کی آنکھ) سے خدا جَلَّ جَلَالُہٗ کے سوا کسی غیر کو نہ دیکھے۔

یہ صفت اَولیاء کی ہے، بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بندے کا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔[2]

کراماتِ اولیاء:

اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی کرامات حق ہیں، کرامات جمع ہے کرامت کی بمعنی تعظیم و احترام۔ اصطلاحِ شریعت میں کرامت وہ عجیب و غریب چیز ہے، جو ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔[3]

کراماتِ اولیاء کے حوالے سے اہلِ سنّت کا مؤقف:

کراماتِ اولیاء کا حق ہونا تمام اولیائے کرام، اکابر علماء، فقہا اور محدّثین کا مذہب ہے، نیز اہلِ سنّت کے جمہور محقّق آئمہ کے نزدیک صحیح و راجح قول یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو انبیاءِ کرام علیہم الصّلٰوۃ و السَّلام کا معجِزہ ہو سکتی ہے، وہ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے کرامت کے طور پر ممکن ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے نبوت والا چیلنج کرنا مقصود نہ ہو۔

معجِزہ اور کرامت میں فرق:

معجِزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ معجِزہ نبی سے صادر ہوتا ہے اور کرامت ولی سے، معجِزہ کے ذریعے کفّار کو چیلنج کیا جاتا ہے جبکہ کرامت میں یہ مقصد نہیں ہوتا۔

کرامات اولیائے کرام پر عقلی و نقلی دلائل:

اولیائے کرام کی کرامات عقلی طور پر ممکن اور نقلی (منقولی) دلائل سے ثابت ہیں۔ عقلی طور پر ممکن اس لئے ہے کہ ولی کی کرامت دَر حقیقت اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتی ہے اور اللّٰہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، یہ الگ بات ہے کہ ہم کرامات سے متعلق قوانینِ قدرت کی تفصیل سے واقف نہیں لیکن ہماری عدمِ واقفیت کسی ممکن و موجود شی کو ناممکن و غیر موجود نہیں کر سکتی، جیسے آج سے ہزار سال پہلے پیدا ہونے والا شخص ہوائی جہاز کے اُڑنے کو نہیں سمجھ سکتا تھا بلکہ آج ہی کے زمانے میں اگر کوئی شخص غاروں میں پیدا ہوا ہو اور اس نے کبھی جہاز اُڑتے نہ دیکھا ہو تو وہ اِس بات کا انکار کر دے گا کہ لاکھوں ٹَن وزنی لوہے کی شی ہوا میں اُڑ سکتی ہے، لیکن لازمی بات ہے کہ کسی کی لاعلمی سے جہاز کا اُڑنا تو ناممکن نہیں ہو جائے گا۔

اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم سے کرامات کے ثبوت پر قرآن و احادیث میں بکثرت دلائل موجود ہیں۔ حضرت مریم رضي اللہ عنھا

---

[1] (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۳۹۸۹، ۱/۳۹)

[2] (خزائن العرفان، پ:۱۱، سورۃ یونس، تحت الآیۃ:۶۲)

[3] (مراۃ المناجیح، ج،۸، صفحہ ۲۸۶)

کے پاس بے غیر موسمی پھل آنا، کھجور کا سوکھا تنا ہلانے سے اُن پر پکی ہوئی عُمدہ اور تازہ کھجوروں کا گرنا، اصحابِ کہف رضي الله عنهم کا غار میں تین سو نو سال تک سوئے رہنا اور آصَف بن برخِیار رضي الله عنه کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت لانا یہ سب واقعات قرآن پاک میں موجود ہیں اور کراماتِ اولیاء کی واضح اور روشن دلیل ہیں۔ یونہی صحابہ کرام رضي الله عنهم سے بے شمار کرامتوں کا ظہور احادیث میں موجود ہے جو کرامات کے ثبوت کی واضح دلیل ہے۔[1]

جہاں حقیقی اولیائے کرام رَحِمَهُم الله، قرآن وسنت اور اپنے روحانی فُیوض و برکات سے اپنے مُریدین و مُعتقدین کی مذہبی و اخلاقی اور ظاہری و باطنی تربیت فرمانے میں مصروف ہیں وہیں بد قسمتی سے آج کل کے بعض نام نہاد جعلی پیر بھی ولایت کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں، ان کے اِیمانوں پر ڈاکے ڈال رہے ہیں اور انہیں گمراہی کے گڑھے میں دھکیل رہے ہیں، ایسے لوگ کسی دُوسرے مسلمان کی اِصلاح تو کیا کریں گے خود ان کی اپنی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب ان سے شریعت پر عمل کی بات کی جائے تو مَعَاذَ الله عَزَّوَجَلَّ طرح طرح کے حیلے بہانیں بناتے ہیں کہ: ”ہم شریعت کے پابند نہیں بلکہ شریعت ہماری پابند ہے“۔

کوئی کہتا ہے کہ: ”تم شریعت پر چلو، ہمارا طریقت کا راستہ اِس سے الگ ہے“۔ کچھ کہتے ہیں کہ: ”تم ظاہری احکام پر عمل کرتے ہو جبکہ ہم باطنی علوم پر عمل پیرا ہیں“ اور بعض یہ حیلہ سازی کرتے ہیں کہ: ”مِیاں! ہم تو مدینے میں نماز پڑھتے ہیں، مِیاں! نماز تو روحانیت کا نام ہے جو دِل میں ہوتی ہے، ہمارے دل نمازی ہیں وغیرہ وغیرہ“۔

یاد رکھیے! ایسے بد باطِن لوگوں کا اور ان کی بے بُنیاد باتوں کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی ایسے لوگوں کا وِلایت جیسی عظیم نِعمت سے دُور دُور کا بھی کوئی واسِطہ ہے، ابھی اوپر ہی آپ نے اولیائے کرام کی صفات پڑھی ہیں تو ایسے لوگ ہر گز ہر گز وِلی نہیں ہوسکتے، ایسوں سے اپنا اِیمان محفوظ رکھنا ضروری ہے، حقیقی ولیُّ الله تو شریعت کا پابند ہوتا ہے کیونکہ طریقت، شریعت سے جُدا نہیں۔ چنانچہ، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان رحمۃ الله علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "شریعت حضور اقدس صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے اقوال ہیں، اور طریقت حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے افعال، اور حقیقت حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے احوال اور معرفت حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے علوم بے مثال۔[2]

الله عَزَّوَجَلَّ ہمیں اولیائے کرام کے فُیوض و برکات حاصل کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور برے لوگوں سے ہمیں محفوظ فرمائے۔
آمین بِجاہِ النبی الاَمین صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

---

[1] (روض الریاحین، ص ۳۸ ملخصًا، مراۃ المناجیح، ج ۸، صفحہ ۲۸۶ ملخصًا)

[2] (فتاویٰ رضویہ، ۲۱/ ۴۶۰)

عرفان الحدیث قسط نمبر ۲

بلال احمد شاہ

متن الحدیث:-

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أن رَسُول اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا". قلتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟قال: "الْمَسَاجِدُ" قُلْتُ: وَمَا الرَّتْعُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: "سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ".

ترجمۃ الحدیث:-

حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ سرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:"جب تم ریاض الجنۃ(جنت کے باغات) کے پاس سے گزرو تو کچھ کھا،پی لیا کرو۔میں نے عرض کی کہ:یارسول اللہ ریاض الجنۃ کیا ہے؟تو آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:"مسجدیں۔"میں نے عرض کی "الرتع" (کھانے پینے) سے کیا مراد ہے؟ فرمایا:سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ کہنا(یعنی اللہ عزوجل کی پاکی وحمد ،توحیدِ الٰہی اور اللہ کی بڑائی بیان کرنا)۔[1]

مفہوم الحدیث:-

مذکورہ حدیث میں مساجد کو جنتی باغ سے تعبیر کیا گیا اور فرمایا کہ تم جب(دنیا میں موجود) جنتوں (مسجدوں) کے پاس سے گزرو تو کچھ کھا،پی لیا(روح کی غذا حاصل کرلیا) کرو یعنی ذکر اللہ کرلیا کرو کہ روح کی غذا و تسکین اللہ کی یاد ہی میں ہے۔یہ حدیث دوسرے طریق سے بھی آئی ہے جہاں "ریاض الجنۃ" کو "المساجد" کی جگہ "حلق الذکر(ذکر کے حلقوں)" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مفادات الحدیث:-

مذکورہ حدیث میں مسجدوں اور دینی محافل کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے بایں معنی کہ مساجد، دینی محافل اور مجالس کو اس کرّہ ارض پر جنت قرار دیا گیا ہے۔جو بندہ اخروی جنت میں داخلے کا خواہاں ہو اسے چاہیے کہ وہ دنیوی جنتوں سے اپنا رشتہ مضبوط رکھے گویا مساجد اور پاکیزہ محافل سے مربوط رہنا حقیقی جنت میں داخلے کا اہم سبب ہے۔اللہ کی یاد (سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ) کرنا روح کی غذا ہے اور مسلسل روح کی غذا حاصل کرنے کا حکم ارشاد ہوا ہے کہ جسطرح بدنِ انسانی کو کھانے، پینے کی ضرورت ہوتی ہے جس سے یہ تروتازہ رہتا ہے اسی طرح روح کو بھی تازگی و تسکین کے لیے غذا کی ضرورت ہوتی ہے اور روح کی غذا اللہ کا ذکر ہے۔اس کا معنی یہ ہوا کہ جس طرح کچھ دن مسلسل بندہ کچھ کھائے نہ پیے تو جسم کمزور،لاچار اور بیکار ہوجاتا ہے اسی طرح اگر کچھ دن یادِ الٰہی سے غفلت میں گزریں تو روح کمزور مثلِ مرگ ہوجاتی ہے۔

حدیثِ مذکور سے مستفاد یہ ہوتا ہے کہ علم و فکر کی مجالس اور مسجد کے ساتھ کو لازم پکڑو۔دل اور روح کی زندگی علم و فکر کی مجالس کے انعقاد میں ہے جن سے دونوں جہاں کی بھلائیاں نصیب ہوتی ہیں، قربِ الٰہی اور تزکیہ نفس بھی ہوتا ہے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ جنت میں کوئی پریشانی نہ ہوگی بلکہ سکون ہی سکون ہوگا تو مساجد و دینی مجالس کو جنت سے مشابہت دینا اس بات پر دلیل ہے کہ دین کی خاطر مل بیٹھنے اور مساجد میں ذکر اللہ کرنے سے دکھ و الم نفور ہوتے ہیں۔

الفاظ کے معانی:-

"ریاض الجنۃ" میں "رِيَاض"، "رَوضة" کی جمع ہے جس کا معنی ہے باغ

[1] (جامع الترمذی شریف،ابواب الدعوات،الحدیث:۳۵۰۹)

اور "فارتعوا" کا مادہ "الرتع" ہے۔ والرَّتْعُ هو الرَّعْيُ والأكلُ والشُّربُ جس کا معنی چرنا اور کھانے، پینے کے ہیں۔

* احکام الحدیث:-*

(۱) علمی حلقوں میں شرکت اور مسجد میں مجالست کی فضیلت کو بیان کیا گیا۔

(۲) حلقُ الذکر لازم ہے اجتماع کو ثابت ہوا کہ جمع ہو کر ذکرِ الٰہی کرنا جائز و مستحسن ہے تبھی تو تحسین فرمائی گئی حتی کہ جنتِ حقیقی سے مناسبت و مشابہت دی گئی۔

(۳) علمی حلقوں کو غنیمت جان کر انہیں لازم پکڑو۔

(۴) جنت کا وجود بھی اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے۔

اختتامیہ:-*

سرکار ﷺ نے ہر لحاظ سے اپنی امت کی تربیت فرمائی ہے۔ اس حدیث شریف میں ترغیب ہے کہ ذکر اللہ کی کثرت کرنی چاہیے اور اپنا زیادہ سے زیادہ وقت مسجد میں گزارنا چاہیے۔ اللہ پاک ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

آمین

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

غوثِ پاک اور علمی و تصنیفی خدمات

زوہیب علی

حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جس طرح ایک اعلی درجہ کے صوفی متقی بزرگ اور اہل طریقت کے امام ہیں اسی طرح آپ رحمہ اللہ کی زندگی اور کارنامے خصوصا تصانیف، اہل علم حضرات کے لیے رہنما ہیں۔

ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ ہمارے ہاں صوفیاء کا تعارف صرف ان کی کرامات کے بیان یا ان کی طریقت کی حد تک کروایا گیا ہے۔ جب کہ اکابر اولیاء جس طرح ایک عظیم صوفی بزرگ ہوا کرتے تھے اسی طرح علوم ظاہری میں بھی ان کا ثانی نہ ہوا کرتا تھا۔

حضور غوث پاک رحمہ اللہ اپنے دور کے اعلی مفتی، مفسر، محدث بھی تھے اور مختلف فنون میں تدریس بھی فرمایا کرتے تھے۔

آپ کے صاجزادے سید عبد الوہاب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تقریبا تینتیس سال تک تدریس اور فتوی نویسی فرمائی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے تلامذہ کو دن میں تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم پڑھاتے تھے اور رات میں طریقت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ کی بارگاہ سے فیض یافتہ عالم باعمل بھی ہوا کرتے تھے اور صوفی بھی۔ آپ نے اپنے مدرسے کی توسیع بھی کروائی جب توسیع کی حاجت پیش آئی تو آپ نے وعظ کے دوران اس معاملہ کو پیش کیا تو امراء نے خوب رقم دی اور غرباء نے اپنی طاقت کے مطابق مدرسے کی توسیع میں حصہ لیا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تبحر علمی کا عالم یہ تھا کہ حضرت شیخ عبد الوہاب شعرانی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما تحریر فرماتے ہیں کہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تیرہ علوم میں تقریر فرمایا کرتے تھے۔

تبحر علمی

ابو الخشاب فرماتے ہیں کہ میں عین عالم شباب میں علم نحو پڑھتا تھا اس وقت اکثر لوگوں سے آپ کے اوصاف سننے میں آئے کہ آپ نہایت فصاحت وبلاغت سے بیان فرماتے ہیں۔ اسی لیے میں آپ کا وعظ سنے کا شائق تھا، چنانچہ ایک دفعہ لوگوں کے ساتھ آپ کے مجلس وعظ میں حاضر ہوا آپ نے میری طرف التفات کر کے فرمایا کہ تم ہمارے پاس رہو تو تم کو زمانے کا سیبویہ بنادیں گے میں نے رضامندی کا اظہار کیا اور اسی وقت سے خدمت عالیہ میں رہنے لگا اور عرصہ قلیل میں ہی مجھے آپ کی بارگاہ سے وہ کچھ حاصل ہوا جو کہ میں اِس عمر تک حاصل نہ کر سکا تھا۔ مسائل نحویہ و علوم عقلیہ و نقلیہ جو کہ مجھے اب تک معلوم نہ ہوئے تھے اچھی طرح ذہن نشین ہو گئے۔[1]

اسی طرح علامہ ابن جوزی علیہ رحمۃ القوی کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ حافظ ابو العباس بغدادی علیہ رحمۃ الوالی نے مجھ سے بیان کیا کہ میں اور تمہارے والد (محدث ابن جوزی) حضرت غوث اعظم علیہ رحمۃ رب الاکرم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے وہاں کسی قاری نے قرآن کریم کی ایک آیت مبارکہ تلاوت کی حضرت نے اس کی تفسیر بیان کی میں نے ابن جوزی سے پوچھا یہ تفسیر تمہارے علم میں تھی انہوں نے کہاہاں پھر آپ نے دوسری تفسیر بیان فرمائی اس پر میں نے دوبارہ ابن جوزی سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں اس پر بھی آگاہ ہوں حتی کہ آپ نے اس آیت کی گیارہ تفسیر بیان فرمائیں اور ہر تفسیر کے بارے میں ابن جوزی کہتے کہ میں جانتا ہوں اس کے بعد آپ نے

[1] (قلائد الجواہر ص ۳۲)

اس کی چالیس تفاسیر مع دلائل وسند بیان فرمائیں اور جب ابن جوزی سے میں نے پوچھا تو انہوں نے اقرار کر لیا کہ مجھے ان میں سے کسی کا بھی علم نہیں بلکہ وہ آپ کے اس وسیع علم پر متعجب ہوئے۔[1]

فتوی نویسی

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ فتوی نویسی بھی فرماتے تھے اور آپ کو فقہ پر اس قدر عبور تھا کہ آپ چاروں مذاہب کا فتوی دیتے تھے جبکہ آپ مقلد امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے تھے۔
علامہ عبد الوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علماء عراق کے سامنے آپ کے فتاوی پیش ہوتے تو ان کو آپ کی علمی قابلیت پر سخت تعجب ہوتا تھا اور وہ پکار اُٹھتے تھے کہ وہ ذات پاک ہے جس نے ان کو ایسی علمی عظمت سے نوازا۔[2]

حضرت فیض ملت مولانا فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ الحمد للہ حضرت سیدنا الشیخ الامام عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ مقلد تھے، غیر مقلد نہ تھے، اس کی وہی وجہ تھی کہ ائمہ اربعہ کی تقلید پر جمیع امت کا اجماع ہو چکا تھا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا نانا کریم محمد مصطفی ﷺ کی امت میں افتراق و نفاق کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا، تاکہ آنے والی نسل کو یہ یقین ہو کہ جب اتنا بڑا غوث تقلید شخصی کا نہ صرف قائل بلکہ عامل ہے تو پھر اس سے جو بھی پھرے گا وہ من شذ شذ فی النار کا مصداق ہو گا ورنہ آپ رضی اللہ عنہ چاہتے تو اپنے اجتہاد سے آیات واحادیث سے ہزاروں مسائل کا استنباط فرماتے لیکن امت کے حال پر ترس کھا کر شیرازہ بکھیرنے کی بجائے تقلید کے باب کو اور مضبوط تر بنا دیا، ورنہ بہجۃ الاسرار میں ہے کہ حضرت سیدنا امام عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ مجتہد فی المذہب تھے۔[3]

[1] (بہجتہ الاسرار ص ۱۱۸)

[2] (طبقات الکبریٰ عربی جلد ۱ ص ۱۲۷)

* کتب: *

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کتابیں بھی لکھیں ہیں جو کہ یقینا اہل علم کے واسطے علم کا سمندر ہیں اور کتب کسی کی شخصیت کا کل سرمایہ بھی ہوتیں ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی میں متعدد کتب اصول و فروع اور اہل الاحوال و الحقائق میں لکھیں ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں

۱۔غنیۃ الطالبین
۲-فتوح الغيب
۳۔ فتح الربانی العریض الرحمانی
۴۔ يواقيت الحكم جلاء الخاطر في الباطن والقظاهر
۵-تفسیر جیلانی
۶۔ سر الاسرار ومظاہر الانوار فیمایحتاج الیہ الابرار
۷۔ مولد النبی ﷺ
۸-أوراد الجيلاني
۹-حزب الرجاء والانتهاء للشيخ عبد القادر الجيلاني.
۱۰-دعاء البسملة
۱۱-قصیدہ غوثیہ
۱۲-حزب عبد القادر الجيلاني
۱۳-المختصر في علوم الدين
۱۴-الفتوة في كيفية آخذ العهد عن طريق الشيخ
۱۵-الدلائل القادرية.
۱۶-بشائر الخيرات
۱۷-ورد الشيخ عبد القادر الجيلاني
۱۸-الطقوس اللاهوتية

ان میں سے چند کتب کی تفصیل ابو المکرم ڈاکٹر سید محمد اشرفی

[3] (کیا غوث اعظم وہابی تھے؟ ص:۱۴)

جیلانی نے اپنی کتاب حضور غوث اعظم کا علمی مقام میں بیان کی ہے ہم اسی کو ذیل میں بیان کرتے ہیں

غنیۃ الطالبین:

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مشہور و معروف کتاب ہے ۔اس میں شریعت و طریقت کے مسائل تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں جن میں بنیادی مسائل سے لے کر نماز، روزہ، حج، زکوۃ، صدقات، قربانی، رمضان المبارک کے فضائل، اعتکاف، عیدین کے علاوہ مریدین کی تربیت ، مرید کا پیر کے ساتھ تعلق ، آداب شیخ ، آداب مرید، آداب سماع، مجاہدہ ، مکاشفہ، مراقبہ، توکل، صبر و شکر ، رضا اور صدق وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ یہ کتاب عربی میں ہے اس کے فارسی میں بہت سے تراجم ہو چکے ہیں جن میں علامہ عبد الحکیم قادری سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ بہت مشہور ہے۔

بعض اہل علم حضرات نے اس کی چند عبارات پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ حضرت شیخ کی عبارت نہیں غالباً بعد میں شامل کی گئی ہے اور بعض حضرات نے اسے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کتاب ہی تسلیم نہیں کیا۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس کی اور فتوح الغیب کی عبارات میں بہت فرق ہے۔

فتوح الغیب:

یہ بھی حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی مشہور کتاب ہے اس کتاب میں آپ کے ۸۳ مواعظ حسنہ جمع کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۲۸۲ھ میں استنبول سے شائع ہوئی۔ اس میں علم تصوف و معرفت پر گفتگو کی گئی ہے اور قرآنی اسرار و رموز بیان کیے گئے ہیں۔ جب ان کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو پڑھنے والے پر کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور ایمان کی حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ کتاب حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے سید محمد عیسی جیلانی کی تعلیم کے لیے تصنیف فرمائی۔ اس کا فارسی ترجمہ شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ اردو تراجم میں مولانا ابو الحسن سیالکوٹی، نواب صدیق خان بھوپالی، مولانا محمد عالم کاکوروی اور مفتی محمد یوسف بندیالوی صاحب کے تراجم مشہور ہیں۔

فتح الربانی الفیض الرحمانی:

یہ کتاب ۶۳ خطبات پر مشتمل ہے اس میں بہت سے اسرار و رموز بیان کیے گئے ہیں جن کو پڑھ کر قلبی سکون حاصل ہوتا ہے اور روح میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ آپ کے نواسے حضرت شیخ عفیف الدین مبارک رحمہ اللہ علیہ نے ان خطبات کو بہت خوبصورت انداز میں ترتیب دیا ایک روایت کے مطابق اس کتاب میں خطبات جمع کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے بھی فارسی اور اردو میں بہت سے تراجم ہوئے جن میں شیخ رشید رضا مصری کا ترجمہ بہت مشہور ہے۔

مکتوبات غوث صمدانی:

یہ کتاب حضرت شیخ کے فارسی مکتوبات پر مشتمل ہے جو آپ نے مختلف اوقات میں مختلف شخصیات کو تحریر فرمائے اور انہیں شریعت و طریقت پر استقامت کے ساتھ عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔ ان مکتوبات میں بھی طریقت و معرفت کے اسرار و رموز بیان کیے گئے ہیں۔

یواقیت الحکم جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر:

اس کتاب میں آپ کے ملفوظات جو علمی جواہر ہیں وہ بیان کیے گئے ہیں۔ افتخار احمد حافظ قادری اپنی کتاب الباز الشہب (سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ) کے صفحہ ۱۴۷ پر لکھتے ہیں کہ "کتاب مذکور کا قلمی نسخہ بغداد شریف دار صدام المخطوطات میں موجود ہے۔ یہ کتاب بھی آپ کی علمی مجالس پر مشتمل ہے"۔

مولد النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:

رسالہ مولد النبی عربی میں ہے۔ عرصہ دراز تک یہ رسالہ اہل علم کی نظروں سے پوشیدہ رہا۔ سعودی عرب کے شہر ریاض میں قائم کنگ سعود یونیورسٹی کی آن لائن ڈیجیٹل لائبریری سے علامہ محمد عمر حیات قادری زید مجدہ نے انٹرنیٹ کے ذریعے مخطوطات میں سے اس مخطوطے کو دریافت کیا۔ فاضل جلیل عالم نبیل حضرت علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازھری نے اس کا ترجمہ نھایت سیلس اردو زبان میں کیا ہے۔

قصیدہ غوثیہ:

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ۱۴ قصائد ہیں جن میں قصیدہ غوثیہ کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی۔ ویسے تو وہ تمام قصائد فصاحت و بلاغت کا سمندر ہیں لیکن قصیدہ غوثیہ کی بات ہی الگ ہے کیونکہ یہ شیخ نے جذب کی کیفیت میں لکھا۔ اس کے بہت سے ترجمے اور شرحیں لکھی گئی ہیں۔ بزرگوں نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص غوث پاک کی توجہ حاصل کرنا چاہے تو قصیدہ غوثیہ کو اپنے ورد میں رکھے۔

تفسیر جیلانی:

یہ تفسیر عربی زبان میں ہے چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں سورہ فاتحہ سے سورہ مائدہ تک کی تفسیر ہے۔ یہ جلد ۴۸۵ صفحات پر مشتمل ہے اس کی تخریج و تحقیق مشہور عالم دین السید الشریف الدکتور محمد فاضل جیلانی الحسنی الحسینی نے کی ہے۔ دوسری جلد میں سورۃ الانعام سے سورۃ ابراھیم تک کی تفسیر ہے۔ یہ جلد ۵۴۴ صفحات پر مشتمل ہے تیسری جلد میں سورہ حجر سے سورہ نور تک کی تفسیر ہے۔ یہ جلد ۵۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ چوتھی جلد میں سورۃ الفرقان سے سورہ یسین تک کی تفسیر ہے۔ یہ جلد ۵۱۹ صفحات پر مشتمل ہے پانچویں جلد میں سورہ صافات سے سورہ واقعہ تک کی تفسیر ہے۔ یہ جلد ۵۱۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ چھٹی جلد میں سورۃ الحدید سے سورۃ الناس تک کی تفسیر ہے۔ آخر میں قصیدہ، مناجات، باسماء السلی قصیدہ الخمریہ شامل ہیں اور یہ جلد ۵۰۱ صفحات پر مشتمل ہے۔

سر الاسرار و مظاھر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار:

تصوف کے موضوع پر ایک بے مثل کتاب ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ قادریہ لائبریری بغداد شریف اور ایک نسخہ مکتبہ دار صدام" میں بھی موجود ہے

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے اکابر کی قدر کرنے اور ان کا تعارف عوام تک اچھے سے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

غوث اعظم امام الاولیاء کیوں؟

محمد منیر رضا عطاری

سرزمین جیلان میں پہلی رمضان شریف ایک ایسے مبارک بچہ کی ولادت ہوتی ہے، جو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پیدا ہوتے ہیں، ولادت کے بعد ہی والدہ کا دودھ نہیں پیتے، جی ہاں جب افطار کا وقت ہوتا ہے تو دودھ پیتے ہیں، اللہ اکبر پیدا ہوتے کے ساتھ ہی روزہ رکھ لیتے ہیں۔ جن کا بچپن سراپا کرامت، جن کی جوانی عبادت و ریاضت میں گزری الغرض پیدائش سے لیکر وفات تک پوری عمر عبادت، ریاضت، مجاہدات، میں گزری وہ کوئی اور ہستی نہیں بلکہ امام الاولیاء حضرت سیدنا غوث اعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

ویسے تو آپ کے بہت سے القابات ہیں، ان میں سے آپ کا ایک لقب امام الاولیاء بھی ہے، آپ رضی اللہ عنہ کو امام الاولیاء کیوں کہتے ہیں؟

آیئے جانتے ہیں چنانچہ بھجۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ ہمارے شیخ، امام، اور سید ہیں اور ان سب کے سردار ہیں جو کہ اس زمانہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستہ پر چلتے ہیں یا جن کو حال دیا گیا، سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ ان کے احوال کی منزلوں میں امام ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سامنے ہمارے کھڑے ہونے میں امام ہیں، اس زمانے کے اولیاء اور تمام بلند مراتب والوں سے اس بات کا سختی سے عہد لیا گیا کہ "ان کے قول کی طرف رجوع کریں اور ان کے مقام کا ادب کریں۔"[1]

غوث اعظم رضی اللہ عنہ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں جسے حافظ ابو العز عبد المغیث بن ابو حرب البغدادی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ بغداد میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی رباطِ حلبہ میں حاضر تھے اس وقت ان کی مجلس میں عراق کے اکثر مشائخ رحمۃ اللہ علیہم حاضر تھے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ ان سب حضرات کے سامنے وعظ فرما رہے تھے کہ اسی وقت آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰه" یعنی میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے"۔ یہ سن کر حضرت سیدنا شیخ علی بن الہیتی رحمہ اللہ اٹھے اور منبر شریف کے پاس جا کر آپ رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھ لیا۔ بعد ازیں (یعنی ان کے بعد) تمام حاضرین نے آگے بڑھ کر اپنی گردنیں جھکا دیں۔[2]

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

کیا شان ہے میرے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کہ تمام اولیاء کرام نے اس فرمان مبارک کو قبول کیا اور اپنی گردنیں آپ رضی اللہ عنہ کے قدموں میں رکھ دیں۔

اس فرمان عالی کی تصدیق سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمائی چناچہ شیخ خلیفہ رحمہ اللہ نے سرور کائنات، فخر موجودات، باعث تخلیق کائنات ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ "حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نے قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰه کا اعلان

[1] (بہجۃ الاسرار، ذکر احترام المشائخ والعلماء لہ وثناہم علیہ، ص ۳۳۲)

[2] (بہجۃ الاسرار، ذکر من حضر من المشائخ ۔۔۔ الخ، ۲۱، ملخصاً)

فرمایاہے۔"تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "صَدَقَ الشَّیْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ فَکَیْفَ لَا وَھُوَ الْقُطْبُ وَاَنَا اَرْعَاہُ یعنی شیخ عبد القادر رحمہ اللہ نے سچ کہا ہے اور یہ کیوں نہ کہتے جب کہ وہ قطب زمانہ اور میری زیر نگرانی ہیں۔"[1]

سبحان اللہ! کیا شان ہے میرے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کہ سرکار علیہ السلام نے خود آپ کے امام الاولیاء ہونے کی تصدیق فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ یہ سب میری زیرِ نگرانی ہیں۔
توہم کیوں نہ کہیں کہ:

اولیاء کی گردنیں ہیں آپ کے زیرِ قدم
یاامامَ الاولیا یا غوثِ اعظم دستگیر

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تمام اولیاء نے اپنا سر جھکا دیا چناچہ شیخ ماجد الکردی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں: جب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے "قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ" ارشاد فرمایا تھا تو اس وقت کوئی اللہ عزوجل کا ولی زمین پر ایسا نہ تھا کہ جس نے تواضع کرتے ہوئے اور آپ رحمہ اللہ کے اعلیٰ مرتبے کا اعتراف کرتے ہوئے گردن نہ جھکائی ہو تمام دنیائے عالَم کے صالح جنات کے وفد آپ رحمہ اللہ کے دروازے پر حاضر تھے اور سب کے سب آپ رحمہ اللہ کے دستِ مبارک پر تائب ہو کر واپس پلٹے۔[2]

صرف یہی نہیں بلکہ کئی اولیاء کرام نے تو آپ کا مبارک قدم اپنی گردنوں کے ساتھ اپنی آنکھوں پر بھی قبول فرمایا جیسا کہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ جب آپ رحمہ اللہ سے حضورِ غوث اعظم رحمہ اللہ کے قول: "قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ" کے متعلق دریافت کیا تو آپ رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: "بَلْ عَلٰی عَیْنِیْ یعنی گردن تو درکنار آپ رحمہ اللہ کا قدم مبارک تو میری آنکھوں پر ہے۔"[3]

اسی طرح خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ نے بھی آپ کا مبارک قدم اپنی آنکھوں پر لیا چنانچہ سیرت غوث الثقلین میں لکھا ہے جس وقت حضور سیدنا غوث اعظم رحمہ اللہ نے بغداد مقدس میں ارشاد فرمایا: "قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ یعنی میرا یہ قدم اللہ عزوجل کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔" تو اس وقت خواجہ غریب نواز سیدنا معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ اپنی جوانی کے دنوں میں ملک خراسان کے دامن کوہ میں عبادت کرتے تھے وہاں بغداد شریف میں ارشاد ہوتا ہے اور یہاں غریب نواز رحمہ اللہ نے اپنا سر جھکایا اور اتنا جھکایا کہ سر مبارک زمین تک پہنچا اور فرمایا: "بَلْ قَدَمَاکَ عَلٰی رَأْسِیْ وَعَیْنِیْ بلکہ آپ کے دونوں قدم میرے سر پر ہیں اور میری آنکھوں پر ہیں۔"[4]

نہ کیوں کر سلطنت دونوں جہاں کی ان کو حاصل ہو
سروں پر اپنے لیتے ہیں جو تلوا غوث اعظم کا

پتہ چلا کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو ہم ایسے ہی امام اولیاء نہیں کہتے بلکہ تمام اولیاء بھی آپ کو امام الاولیاء کے لقب سے یاد کرتے اور آپکے فرمان پر اپنی گردنیں جھکاتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ انہیں اس منصب عالی میں سرکار علیہ السلام کی حمایت بھی تو حاصل ہے۔
اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فیضان سے مالا مال فرمائے اور انکی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

[1] (بہجۃ الاسرار، ذکر اخبار المشائخ بالکشف عن ہیئۃ الحال۔۔۔۲۷)
[2] (بہجۃ الاسرار، ذکر اخبار المشائخ بالکشف عن ہیئۃ الحال۔۔۔ص۲۵)
[3] (تفریح الخاطر ص۲۰)
[4] (سیرت غوث الثقلین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ، ص۸۹)

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

غوث اعظم کا مختصر تعارف

ابن عبد القیوم

٭نام ونسب:٭

آپ کا اسم گرامی عبد القادر بن ابو صالح جنگی دوست بن عبد اللہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا نسب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔[1]

آپ کا مشہور لقب محی الدین اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ اور دیگر مورخین نے آپ کو مزید متعدد القاب سے یاد کیا ہے۔ مثلاً امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الشیخ الامام العالم الزاھد العارف القدوۃ شیخ الاسلام علم الاولیاء محی الدین ابو محمد عبد القادر۔[2]

٭تاریخ ولادت:٭

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں صوبہ گیلان کے بشتیر نامی شہر میں پیدا ہوئے۔[3]

آپ کا خاندان ایک علمی گھرانہ تھا، آپ کے نانا ابو عبد اللہ صومعی مشہور صوفی بزرگ تھے حتی کہ آپ سبط ابی عبد اللہ الصومعی الزاھد کے نام سے جانے جاتے تھے۔یعنی ابو عبد اللہ الصومعی زاہد کے نواسے۔[4]

٭آپ کا حلیہ مبارکہ:٭

کتابوں میں آپ کا حلیہ کچھ اس طرح بیان ہوا ہے کہ میانہ قد، گندمی رنگ، چوڑا سینہ دبلا پتلا بدن، بھری داڑھی، بھنویں ایک دوسرے سے ملی ہوئی اور بارعب چہرہ۔[5]

٭تعلیم وتربیت:٭

آپ کی ابتدائی تعلیم سے متعلق مستند کتب تاریخ خاموش ہیں، بعض کتب سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ کا خاندان ایک علمی خاندان تھا، آپ کے شہر کے لوگ مذہب حنبلی پر قائم تھے اور آپ نے بغداد کے سفر سے پہلے قرآن مجید وغیرہ کی تعلیم حاصل کرلی تھی۔

قارئین کرام ہم نے عظیم ہستی کے بارے پڑھا آپ ہی وہ بزرگ شخصیت ہیں جن کو گیارہویں والے پیر صاحب کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ہر ماہ چاند کی گیارہ تاریخ کو شیخ عبد القادر جیلانی کی یاد میں گیارویں شریف کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

آپ کے وصال سے لے کر آج تک مسلمان آپ کو ایصال ثواب کرتے چلے آئیں ہیں،

گیارویں شریف میں تلاوت قرآن مجید، نعت شریف، ذکر اذکار، صلاۃ وسلام، دعا وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور لنگر کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔

٭علماء کرام کا گیارویں شریف کا اہتمام کرنا:٭

حضرت محقق شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''ماثبت من السنۃ'' میں لکھتے ہیں کہ: میرے پیرومرشد شیخ

[1] [ذیل طبقات الحنابلۃ ۱/۲۹۰]
[2] [سیر: ۲۰/۴۳۹]
[3] [دائرۃ المعارف للبستانی ۱۱/۶۲۱]۔
[4] [السیر ۲۰/۴۴۴]
[5] [دائرۃ المعارف للبستانی ۱۱/۶۲۱]

عبدالوھاب متّقی مہاجر مکّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نو ربیع الثانی کو حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے تھے "بے شک ہمارے ملک میں آج کل گیارہویں تاریخ مشہور ہے اور یہی تاریخ آپ کی ہندی اولاد و مشائخ میں متعارف ہے"۔[1]

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی دوسری تصنیف "زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین" میں لکھتے ہیں:
"حضرت غوث پاک کا عرس نویں ربیع الآخر کو کیا جاتا ہے، بہجۃ الاسرار کی روایت کے مطابق یہی صحیح تاریخ ہے، اگرچہ ہمارے دیار میں گیارھویں تاریخ مشہور ہے"۔[2]

گیارہ ربیع الثانی کو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس منانا بزرگوں کا معمول رہا ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف "اخبار الاخیار" میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۹۷ھ) گیارہ ربیع الثانی کو حضرت غوث پاک کا عرس کرتے تھے۔[3]

٭غیر مقلدین کی نظر میں:٭

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی (متوفی ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ئ) لکھتے ہیں:
"ہندوستان میں مسلمانوں کی فتوحات کے بعد ہی سے علم حدیث معدوم تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین میں اپنا فضل واحسان کیا اور یہاں کے بعض علماء جیسے شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کو اس علم سے نوازا، شیخ ہندوستان میں علمِ حدیث کو لانے اور اس کے باشندوں کو اس کا فیض عام کرنے والے پہلے شخص ہیں"۔[4]

قارئین کرام:

ہمارے صالحین وبزرگان دین کا معمول رہا ہے وہ گیارہویں شریف کا اہتمام کرتے تھے - ہمیں بھی چاہئے کہ اس کار خیر میں ہم بھی حصہ لیں ہمیں بھی چاہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایصال ثواب کا اہتمام کیا کریں اللہ کریم اپنے نیک برگزیدہ بندوں کے طفیل، ہمیں بھی نیکیاں کرنے اور دین متین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔

آمین

[1] (ماثبت من السنۃ، (اُردو ترجمہ) مطبوعہ اعتقاد پبلشنگ ھائوس دہلی ۱۹۸۸ء، ص۱۶۷)

[2] (زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین، اُردو ترجمہ، مطبوعہ الرحیم اکیڈمی لیاقت آباد کراچی ۱۹۹۸ئ، ص۱۲۵)

[3] (اخبار الاخیار (اُردو ترجمہ)، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ص۴۹۸)

[4] (دو روشن ستارے، از عبدالرشید عراقی، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۰ئ، ص۹۰، بحوالہ "الحطہ فی ذکر صحاح الستہ، از نواب صدیق حسن خاں، ص۷۰)

غوث اعظم رحمہ اللہ

سیرت والدہ غوث اعظم رحمہما اللہ

ابنِ شعبان چشتی

سرکارِ بغداد حُضُور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہایت عالیشان گھرانے میں پیدا ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان زُہد و تقویٰ کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کیلیے ان کے والد کی طرف سے ان کے چند کلمات پیش گزار حضرت عبدُاللہ صَومَعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سَیِّدُنا ابُوصالح مُوسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا "وہ آنکھوں سے اندھی ہے" اس سے میری مراد یہ تھی کہ "نامحرم کیلئے اس کی آنکھیں اندھی ہیں" "کانوں سے بہری ہے" اس سے میری مراد یہ تھی کہ "ناحق بات سُننے کیلئے اس کے کان بہرے ہیں" "ہاتھوں سے معذور ہے" اس سے میری مراد یہ تھی کہ "غیر مردوں کو چھونے کیلئے اس کے ہاتھ معذور ہیں" اور "پاؤں سے معذور ہے" اس سے میری مراد یہ تھی کہ "اپنے شوہر کے حکم کے خلاف قدم اُٹھانے کیلئے اس کے پاؤں لنگڑے ہیں" اتنی بڑی شخصیت کوئی عام نہیں وہ والدہ محبوبِ رحمانی، قندیلِ نورانی، شہبازِ لامکانی شیخ عبدالقادر جیلانی رَحْمَۃُ اللّٰہ عَلَیہ ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی نسلوں میں اولیائے کاملین رَحْمَۃُ اللّٰہ عَلَیْہِم اجمعین پیدا ہوا کرتے تھے۔

آیئے ان کا مختصر تعارف جانتے ہیں

مختصر تعارف

آپ کی والدہ کا نام "فاطمہ بنت شیخ عبدُاللہ صَومَعی رحمۃ اللہ علیہا" والدہ رحمۃ اللہ علیہا کی کُنیَت "اُمُّ الخَیر" جبکہ لقب "اَمَۃُ الجَبَّار" تھا۔[1]

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ گرامی کا نامِ مبارک سیّد موسیٰ کُنیَت ابُوصالح جبکہ لقب جنگی دوست ہے۔ حُضُور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ والد کی نِسبَت سے حَسَنی اور والدہ ماجِدہ کی طرف سے حُسینی سَیِّد ہیں۔ آپ کے والدِ گرامی حضرت سَیِّدُنا ابُوصالح مُوسیٰ جنگی دوست رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اپنے وَقْت کے مشہور زمانہ اولیائے کرام میں سے تھے۔[2]

اَمیرِ اَہلسُنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ خاندانِ غوثِ پاک کی شان و عظمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مُکَرَّم شہا تیرے سارے کے سارے
ہیں آباء و اَجداد یا غوثِ اعظم[3]

کثرت تلاوت قرآن

آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہا دیگر بہت سی بہترین خوبیوں سے بھی آراستہ تھیں مگر آپ رحمۃ اللہ علیہا قرآن پڑھنے کی بہت شیدائی تھیں حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہا اس قدر کثرت سے تلاوت قرآن پاک کیا کرتی تھیں کہ محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو مادرِ شکمِ اطہر میں ہی اٹھارہ پارے حفظ ہو چکے تھے چنانچہ

شہنشاہِ بغداد، حضور غوثِ پاک رَحْمَۃُ اللّٰہ عَلَیْہِ پانچ سال کی عمر میں پہلی بار بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کی رَسم کے لیے کسی بُزرگ کے پاس بیٹھے، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھی، پھر سورہ فاتحہ اور الٓمّٓ سے لے کر ۱۸ پارے سنا دیے۔ اُن بُزرگ نے کہا: بیٹے! اور پڑھیے کہا: بس مجھے اِتنا ہی یاد ہے کیوں کہ میری ماں کو بھی اِتنا ہی یاد

---

[1] (سیرتِ غوث اعظم، ص ۲۷ ملخصًا)
[2] (غوثِ پاک کے حالات، ص ۱۵، ۱۶ ملخصًا)
[3] (وسائل بخشش مرمم، ص ۵۵۵)

تھا، جب میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا، اُس وَقت وہ پڑھا کرتی تھیں، میں نے سُن کر یاد کر لیا تھا۔[1]

جو ماں باپ متقی وپرہیز گار، عبادت گزار، شرم وحیا کے پیکر ہوتے ہیں تو یہی خصوصیات ان کی اولاد میں بھی منتقل ہو جاتی ہیں اور اللہ پاک ایسوں کی نسلوں کو بھی سنوار دیتا ہے، جیسا کہ

حضرت سیّدُنا عبدُاللہ بن عبّاس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: بے شک اللہ پاک انسان کی نیکو کاری سے اس کی اَولاد اور اَولاد، دَر اَولاد کی اِصلاح فرما دیتا ہے، اُس کی نسل اور اُس کے پڑوسیوں میں اُس کی حفاظت فرماتا ہے اور وہ سب اللہ پاک کی طرف سے امان میں رہتے ہیں۔[2]

عزیزان گرامی! یہ واقعات تو آپ سنتے اور پڑھتے رہتے ہی ہونگے لیکن کبھی اپنی اولاد پر توجہ دی کہ جس عمر میں قرآن مجید یاد کرنے کی عمر ہو آپ اسے قرآن مجید کی تعلیم سے آراستہ ہی نہ کریں ہمیں چاہیے کہ ہم جس طرح اسکول کی تعلیم پر توجہ دیتے ہیں اس سے کی گناہ زیادہ قرآن مجید کی تعلیم پر توجہ دیں اپنے بچوں کو قرآن مجید مع ترجمہ و تفسیر پڑھائیں انہیں یاد کروائیں اور انہیں عالم دین بنائیں، سرکار غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ اتنی نیک سیرت تھیں کہ اپنے بیٹے کو بچپن کے زمانہ میں اپنے آپ سے تا قیامت کیلیے صرف علم دین کی خاطر ہی جدا کیا جیسا کہ منقول ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی میں راہ خدا کے مسافر بن گئے:

شیخ محمد بن قائد الاوانی رحمہ اللہ تعالی علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ہم سے فرمایا کہ "حج کے دن بچپن میں مجھے ایک مرتبہ جنگل کی طرف جانے کا اتفاق ہوا اور میں ایک بیل کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہ اس بیل نے میری طرف دیکھ کر کہا: "یَا عَبْدَ القَادِرِ مَا لِهٰذَا خُلِقْتَ" یعنی اے عبد القادر رحمۃ اللہ تعالی علیہ! تم کو اس قسم کے کاموں کے لیے تو پیدا نہیں کیا گیا۔ میں گھبرا کر گھر لوٹا اور اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میدان عرفات میں لوگ کھڑے ہیں، اس کے بعد میں نے اپنی والدہ ماجدہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: "آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ مجھے راہِ خدا عزوجل میں وقف فرمادیں اور مجھے بغداد جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں تا کہ میں وہاں جا کر علم دین حاصل کروں۔"

والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ تعالی علیہا نے مجھ سے اس کا سبب دریافت کیا میں نے بیل والا واقعہ عرض کر دیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہا کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ ۸۰ دینار جو میرے والد ماجد کی وراثت تھے میرے پاس لے آئیں تو میں نے ان میں سے ۴۰ دینار لے لیے اور ۴۰ دینار اپنے بھائی سید ابو احمد رحمہ اللہ تعالی علیہ کے لئے چھوڑ دیے، والدہ ماجدہ نے میرے چالیس دینار میری گدڑی میں سی دیے اور مجھے بغداد جانے کی اجازت عنایت فرمادی۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے مجھے ہر حال میں راست گوئی اور سچائی کو اپنانے کی تاکید فرمائی اور جیلان کے باہر تک مجھے الوداع کہنے کے لیے تشریف لائیں اور فرمایا: "اے میرے پیارے بیٹے! میں تجھے اللہ عزوجل کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اپنے پاس سے جدا کرتی ہوں اور اب مجھے تمہارا منہ قیامت کو ہی دیکھنا نصیب ہو گا۔"[3]

عزیزان محترم! اس واقعہ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوا اپنی اولاد کو سچ بولنے کی تاکید کرتے رہنا چاہیے۔ اور یہ اس وقت ہو گا جب ہم خود سچ بولتے ہونگے کیونکہ والدین کی ادائیں بچوں کی طرف منتقل ہوتی ہیں اللہ پاک ہمیں اولیائے کرام وبزرگان دین کی سیرت پڑھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین

[1] (منے کی لاش ص ۹ ملخصا)

[2] (تفسیر دُرِّ مَنثور، ۵/۴۲۲)

[3] (بہجۃ الاسرار، ذکر طریقہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ، ص ۱۶۷)

بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

مفتی وجیہ الحسن بندیالوی

والدین، اساتذہ اور معاشرہ بچوں کی تربیت کے بارے میں اللہ کے حضور جواب دہ ہیں اگر وہ اچھی تربیت کریں گے تو بچے اور وہ خود دنیا و آخرت میں سعادت مند ہوں گے۔ اگر انہوں نے تربیت میں غفلت کی تو بچے بد بخت بن جائیں گے جس کا وبال دنیا اور آخرت میں ان کی گردن پر ہو گا۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک حکمران ہے اور ہر ایک اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہے۔

"لہذا اے معلم! تمہارے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق خوشخبری ہے:

فَوَاللّٰہِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ

اللہ کی قسم! اگر اللہ نے تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔[1]

"اور اے والدین! تمہارے لئے اس حدیث کی رو سے خوشخبری ہے:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُولَهُ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین (اعمال) کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں یا اولادِ صالح جو والدین کے لئے دعا کرتی ہے۔[2]

لہذا اے تربیت کرنے والے! سب سے پہلے تجھے اپنی اصلاح کرنی چاہیے کیونکہ ان معصوم بچوں کے سامنے تیری شخصیت ایک نمونہ کے طور پر ہوتی ہے۔ بچوں میں نقالی کا جذبہ ایک فطرتی عمل ہے، اس لئے اولاد کے سامنے استاد اور والدین کا حسنِ سلوک ہی ان کی سب سے اچھی تربیت ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ۷ سال کی عمر تک ماں اس کی جو تربیت کرے گی بچہ ویسا ہی کرے گا اور ۷ سے ۱۴ سال کی عمر تک والد جو تربیت کرے گا بچہ اس کا مظہر بنے گا لہذا دونوں تربیت میں میانہ روی اختیار کر کے اصلاح کریں نہ زیادہ سختی ہو نہ زیادہ نرمی اسی میں ہی عافیت ہے۔

اولاً بچے کے دل میں خوفِ خدا کو پیدا کریں پھر ثانیاً محبتِ رسول پیدا کریں اور دورِ حاضر میں بچوں کو سوشل میڈیا سے دور رکھیں موبائل، لیپ ٹاپ، آئی پیڈ، ٹی وی، اور دیگر ذرائع کہ جن سے انسان گناہ کی طرف مائل ہو سکتا ہے ان سب سے بُعد امر لابدی کے قبیل سے ہے۔ (ان سے بچنا لازم ہے)

بچے کی تربیت کب اور کیسے کریں؟

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

العِلمُ فِي الصِّغَرِ كَالنَّمْشِ فِي الحَجَرِ بچپن کی تعلیم (بچے کے دل و دماغ پر) ایسے پختہ ہوتی ہے جیسے پتھر پر نقش (کہ جو کبھی نہیں مٹتا۔)

مفہوم یہ ہے کہ بچپن کی تعلیم و تربیت کے اثرات ایسے مضبوط اور دیرپا ہوتے ہیں کہ تمام زندگی ختم نہیں ہوتے جیسے پتھر سے نشانات نہیں ملتے۔ اسی بات کی ایک عربی شاعر نے کیا خوب ترجمانی کی ہے:

أَرَانِي أَنسَ مَا تَعَلَّمتُ فِي الكِبَرِ
وَلَستُ بِنَاسٍ مَا تَعَلَّمتُ فِي الصِغَرِ

[1] (صحیح البخاري (۵/۱۳۴)(۴۲۱۰)، صحیح مسلم (۴/۱۸۷۲)(۲۴۰۶).)

[2] (مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الاوّل، الحدیث: ۲۰۳، ج ۱، ص ۶۰)

وما العلم إلا بالتعلم في الصبا
وما الحلم إلا بالتحلم في الكبر
ولو فلق القلب المعلم في الصبا
لأصبح العلم كالنقش على الحجر

"میں نے جو تعلیم بڑی عمر میں حاصل کی وہ بھول جاتا ہوں اور جو چھوٹی عمر میں سیکھا وہ ابھی تک نہیں بھولا۔ (حقیقت میں) علم تو وہی ہے جو بچپن میں سکھایا جاتا ہے تو (اے مخاطب تو دیکھے گا کہ) اس میں علم اس طرح منقش ہو گا جیسے تقریر کے نشانات۔"
(مجمع الزوائد (۱/۱۲۵))

تربیت دو قسم کی ہوتی ہے:
۱-ظاہری تربیت ۲-باطنی تربیت

ظاہری تربیت:

بچوں کی وضع، قطع، لباس، کھانے، پینے، نشست و برخاست، میل جول، اس کے دوست واحباب اور تعلقات و مشاغل کو نظر میں رکھنا، اس کے تعلیمی کوائف کی جانکاری اور بلوغت کے بعد ان کے ذرائعِ معاش کی نگرانی وغیرہ امور شامل ہیں، یہ تمام امور اولاد کی ظاہری تربیت میں داخل ہیں۔

باطنی تربیت:

بچوں کے عقائد و اخلاق کی اصلاح و درستی اور رب تعالیٰ کا خوف نبی کریم ﷺ کی سچی محبت ہے۔
اولاد کی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی تربیت والدین کے ذمہ فرض ہے۔ماں باپ کے دل میں اپنی اولاد کے لیے بے حد رحمت وشفقت کا فطری جذبہ اور احساس پایا جاتا ہے۔یہی پدری ومادری فطری جذبات واحساسات ہی ہیں جو بچوں کی دیکھ بھال، تربیت اور اُن کی ضروریات کی کفالت پر اُنھیں اُبھارتے ہیں۔
ماں باپ کے دل میں یہ جذبات راسخ ہوں اور ساتھ ساتھ اپنی دینی ذمہ داریوں کا بھی احساس ہو تو وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریاں احسن طریقہ سے اخلاص کے ساتھ پوری کرسکتے ہیں۔

کیا اصلاح کیلئے سزا ضروری ہے؟

اذھان مختلفہ متنوعہ (یعنی مختلف اقسام کے) ہیں کہ (۱) کئی افراد کی سوچ ہے سزا بہت ضروری ہے اس کے بغیر چارہ نہیں تو ایسے افراد سخت سزا دیتے ہیں جو بچوں کیلئے نامناسب ہوتی ہے اور اس طرح کرنے سے بچے بد ظن ہو جاتے ہیں۔
(۲) بعض ایسے افراد ہیں جو بالکل سزا کے منکر ہیں اور سزا کو بچوں کیلئے مضر جانتے ہیں کہ بچے بگڑ جائیں گے بالفرض سزا دے بھی دیں تو اس کو وقتی و عارضی جانتے ہیں جو بچوں کیلئے مستقبل میں خطرناک نتائج کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔
(۳) کئی افراد وہ ہیں جو اصلاح میں شفقت و محبت کے قائل ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ بچے کی اصلاح شفقت و محبت سے کی جائے لیکن بسا اوقات ہلکی سزا ضرور دی جائے اور اسکے فوراً بعد حسنِ سلوک سے اس کی تلافی کردی جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے یہی ثابت ہے۔

ان تمام میں تطبیق یوں ممکن ہے کہ اسلام کا نظامِ تعزیرات (یعنی سزا دینے کا نظام) بالکل بداھتہ یہ اعلان کر رہا ہے کہ سزا ایسا امر ہے جسکی نفی کر دینا قانونِ فطرت کے خلاف ہے لیکن یاد رکھیے گا کہ سزا کا نمبر اس وقت آتا ہے جب اصلاح کی تمام تر انسانی کوششیں وکاوشیں ناکام ہو جائیں۔

سزا کا انداز کیا ہو؟

(۱) بچے کو کبھی دوسروں کے سامنے سزا نہ دی جائے۔

(۲) اگر انجانے میں کوئی ایسی غلطی ہو جائے جس کو وہ جرم نہ جانے اس پر سزا نہ دی جائے۔

(۳) بار بار ہر غلطی پہ سزا دینا مناسب نہیں۔

(۴) سزا دیتے وقت لعن طعن، گالم گلوج سے احتراز کیا جائے۔

(۵) زیادہ تر بچے کو اس کے دلچسپ مشاغل سے جدا رہنے کی سزا دی جائے۔

(۶) بچہ تادیبی کارروائی کو بجالائے تو انعام سے نوازا جائے۔

(۷) بچہ غلطی کے بعد توبہ کر لے یا معافی مانگ لے تو سزا نہ دی جائے۔

(۸) بچے نے غلطی کی اور پھر سچ سچ واضح بتا دیا تو سزا نہ دی جائے اور اصلاح کر کے اس کو شاباش بھی دی جائے۔

اللہ کریم ہم سب کو قرآن و حدیث کے مطابق اپنی اولاد و دیگر بچوں کی صحیح طرح سے تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

سیرتِ سیدنا فرید الدین عطار رحمہ اللہ

نعیم رضا

نام: محمد، ولدیت: ابراہیم، کنیت: ابو حامد، آپ کے والدِ ماجد کی کنیت: ابو بکر تھی، مشہور لقب: فرید الدین، تخلص "عطار"۔

آپ درویش اور باکمال صوفی تھے، اولیائے کرام میں آپ کا بڑا مقام و مرتبہ رہا ہے۔ آپ کا تقویٰ اور توکل یہ تو ایک الگ ہی کمال تھا۔ آپ ایک بہت کمال و جمال کے مصنف و مؤلف بھی رہے ہیں اور ایک حَسِین وصف آپ کا "شاعر" بھی ہے۔ آپ کی تصنیف و تالیف کا یہ عالم تھا کہ آپ کی نظم و نثر میں کم و بیش ایک سو چودہ تصانیف و تالیفات ہیں۔

ولادتِ باسعادت:

سر زمینِ نیشاپور کے مضافات میں سن ۵۱۳ ھجری بمطابق ۱۱۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ سبحان اللہ آپ کی عمر ایک طرح سے یوں کہیں کہ نسبت ہے کہ جس طرح آپ کی تصانیف کی تعداد ایک سو چودہ ہے اسی طرح آپ کی عمر شریف بھی ایک سو چودہ سال ہوئی۔[1]

آپ نے کئی سال حضرت شیخ رکن الدین رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں صرف کئے، بعد میں شیخ مجد الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور مجاہدہ و ریاضت کا راستہ اختیار کر لیا۔ سلوک کی منزلیں طے کیں مسلسل ریاضات، عبادات، مجاہدات کے سبب آپ آخر اس منزل تک پہنچے جہاں میں اور تو کا فرق مٹ جاتا ہے اور روحانیت و فقیری میں ایسا مقام حاصل کیا کہ اپنے مرشد کے لئے باعثِ فخر بن گئے۔

آپ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں سے ہیں یا پھر آپ نے ان سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔

دواخانہ لٹا دیا!

شروع شروع میں آپ کا ایک بڑا دواخانہ تھا، ایک دن آپ اپنے کاروبار میں مصروف تھے، کہ ایک فقیر نے صدا لگائی، جب فقیر کو محسوس ہوا کہ میری صدا و ندا کا اثر ظاہر نہیں ہوا، تو فقیر نے کہا کہ ایسے دھندے میں لگے ہوئے ہو تو جان کیسے دوگے ؟ آپ نے جھنجھلا کر کہا" جیسے تم تم دوگے " فقیر نے کہا بھلا میری طرح کیسے دوگے ؟ یہ کہ کر صدا لگانے والا فقیر سر کے نیچے کشکول رکھ کر سو گیا، زبان سے لا الہ الا اللہ کہا اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

یہ دیکھ کر آپ پر اس کا ایسا اثر پڑا کہ کھڑے کھڑے دواخانہ لٹا دیا اور اسی وقت درویشی اختیار کر لی۔

آپ ایسے بزرگ تھے جن کو ان کے علم اور اس پر عمل کے حوالے سے کبھی بھلایا نہ جا سکے گا۔ یہی اولیاء اللہ ہوتے ہیں جو غم و خوف سے ماورا ہوتے ہیں، اللہ ایسے نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے، ایسی نیک ہستیوں کے علم و عمل کے نور کی کرنیں ہم گنہگاروں تک پہنچاتا ہے۔

آپ نے تقریباً نو سو سال پہلے اولیائے کرام کا تذکرہ لکھا جس سے ہزاروں اہل قلم بزرگوں نے اولیاء اللہ کے تذکرے لکھ کر اس دور کے اہل حق کی پاکیزہ زندگیوں کو ہم تک پہنچایا۔

آج تک اس برگزیدہ ہستی کے زورِ قلم کی سعیِ جمیلہ سے استفادہ کرتے

[1] (تذکرۃ الاولیاء ص ۵)

ہوئے اولیاء اللہ پر ہزاروں کتابیں لکھی گئیں۔ جتنے اولیائے کرام کے اُس دور کے حوالے سے تذکرے لکھے گئے تقریباً سب کا ماخذ حضرت علی بن عثمان ہجویری کی تصنیف "کشف المحجوب" حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تذکرۃ الاولیاء" ہی ہیں۔ اس کے علاوہ اور تذکرے بھی ملتے ہیں جو اس دور کے بزرگوں نے لکھے مگر مقبولیت کا تاج آپ ہی کے تذکرے کے سر ہے۔

تصنیفات:

آپ کی ایک سو چودہ تصانیف کا تذکرہ ملتا ہے جن میں سے کچھ مشہور و معروف ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

تذکرۃ الاولیاء
منطق الطیر
مصیبت نامہ
اسرار نامہ
الٰہی نامہ
دیوان
پند نامہ
وصیت نامہ
خسرو گل
بُیسر نامہ
شرح القلب[1]

واقعہ شہادت:

یہ تاتاریوں کی یلغار تھی جس کے نتیجے میں بستیاں اُجڑ گئیں، شہر ویران ہو گئے، ہزاروں بچے یتیم ہو گئے، ہزاروں عورتیں بیوہ ہو گئیں، ہزاروں ماؤں کے لال، خاک و خون میں لت پت پڑے تھے۔ اور ان حالات میں اُن کو قبریں تو درکنار کفن بھی میسر نہیں تھے۔ نیشاپور کا پورا خطہ تباہ، مصیبت کے مارے لوگ جانے کہاں کہاں دب کے پڑے تھے، کہاں کہاں چھپ کے بیٹھے تھے۔ اور آپ بھی اس ہنگامہ، قتل و غارت گری کے دوران تاتاریوں کے ہاتھ چڑھ گئے اور نیشاپور یا اس کے نواح میں ہی اسی لڑائی اور یلغار کے دوران آپ کو شہید کر دیا گیا۔

آپ کی شہادت کا واقعہ تذکرہ نگاروں نے اس طرح لکھا ہے کہ تاتاریوں کی اس یلغار و لڑائی کے دوران ایک تاتاری نے آپ کو گرفتار کیا۔ جب وہ آپ کو لے جا رہا تھا تب ایک راہ گیر نے بڑھ کر کہا کہ دیکھنا اس مردِ ضعیف کو قتل نہ کرنا میں تمہیں دس ہزار اشرفیاں نقد دیتا ہوں کہ ان کو چھوڑ دو۔ آپ نے یہ سن کر تاتاری سپاہی سے کہا کہ خبردار اتنے کم میں مجھے فروخت نہ کر دینا! میری اس سے کہیں زیادہ قیمت ہے۔ سپاہی یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ اس سے اور بھی زیادہ دولت ہاتھ آئے گی اور وہ بھی بالکل مفت، اس لیے آپ کو لے کر آگے بڑھ گیا۔ آگے ایک اور شخص ملا اس نے کہا کہ میاں سپاہی اس بوڑھے کو مجھے دے ڈالو، میں تمہیں ایک گٹھا گھاس کا اس کے معاوضے میں دیتا ہوں۔ آپ اس سپاہی سے بولے، ہاں دے ڈالو کہ میری قیمت اس سے بھی کم ہے۔ یہ سن کر سپاہی کے تن بدن میں آگ لگ گئی کہ دس ہزار اشرفیاں ملتی ہوئی ہاتھ سے چلی گئیں، جلا کر وہیں آپ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

اُس تاتاری سپاہی کے ہاتھوں آپ ۶۲۷ ہجری بمطابق ۱۲۳۰ء کو شہید ہوئے۔[2]

---

[1] (اللہ کے خاص بندے، ص۴۹۶، ۴۹۷)

[2] (اللہ کے خاص بندے، ص۴۹۶)

قرآن مجید میں مردِ مؤمن کی صفات

دانیال سہیل عطاری (السنی القادری)

قرآن مجید میں رب العالمین نے نیک مرد و عورت، چوپائے اور پھلوں کی الگ الگ شان بیان کی۔

یہ قرآن مجید کا حُسن ہے کہ اس میں ایمان والوں کی بہت سے صفات، فضائل و کمالات موجود ہیں۔ انہیں صفات میں سے ہم اپنے مضمون میں مرد مؤمن (یعنی ایمان والوں) کی چند صفات بیان کریں گے۔

۱ - رب العالمین نے مسلمانوں کا جہاد کا حکم دیا۔ اور جن لوگوں نے جہاد کیا رب العالمین نے انکو ممتاز کر دیا۔ یہی وجہ ہے مؤمنین کو کفار سے بہتر کر دیا گیا کہ انہوں (مؤمنین) نے اللہ پاک کا حکم مانا۔

رب العالمین قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ [1]

ترجمہ کنز العرفان

اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کو نکھار دے اور کافروں کو مٹا دے۔

تفسیر صراط الجنان

{وَلِیُمَحِّصَ اللّٰهُ: اور اس لئے کہ اللہ نکھار دے۔} کافروں سے جہاد کی ایک اور حکمت بیان کی جارہی ہے کہ کافروں سے جو مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچتی ہیں وہ تو مسلمانوں کے لئے شہادت اور پاکیزگی کا ذریعہ بنتی ہیں جبکہ مسلمان جن کفار کو قتل کرتے ہیں تو یہ کفار کی بربادی کا ذریعہ بنتا ہے۔

۲ - مومنین کی ایک صفت قرآن میں یوں بھی بیان کی گئی ہے کہ مرد مؤمن اللہ پاک پر بہت توکل کرنے والا ہوتا ہے۔ اور یہ توکل کبھی رزق کے معاملے میں ہوتا ہے تو کبھی مشکل پڑنے پر ہوتا ہے۔ اور ان آزمائش والے امور میں توکل کرنا بھی فقط مؤمن کی ہی شان ہے۔

اللہ پاک قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ [2]

ترجمہ کنز العرفان

بیشک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

۳ - مؤمن کی ایک صفت صابر بھی ہے جس کو قرآن مجید نے کئی مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ جو رب العالمین کا نیک بندا ہوگا وہی رب کی طرف سے ملنے والی آزمائش پر صبر کرنے والا ہوگا۔ اب یہ آزمائش اولاد کی صورت میں ہو یا مال کی یا پھر رزق کی صورت میں ہو یا زمین و چوپایوں کی صورت میں الغرض کسی بھی قسم کی آزمائش پریشان مصیبت آپڑے تو اللہ پاک پر ایمان رکھنے والا بندا ہمیشہ ان مصائب پر صبر کرنے والا ہوگا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

[1] (آل عمران، ۱۴۱)

[2] (آل عمران، ۱۵۹)

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِؕ-وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ[1]

ترجمہ کنزالایمان

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔

۴ -مرد مؤمن کی ایک صفت قرآن مجید میں یوں بھی ذکر ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والا اور نیک کام کرنے والا ہوتا ہے۔ پھر چاہے کسی لغزش سے سبب ہو یا ویسے، محبوب کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے رب کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والے تھے اور جب آپ اپنے رب کی بارگاہ دعا کے لیے ہاتھوں کو بلند کرتے تو اپنی مبارک آنکھوں سے آنسو جھلک کر رخسار مبارک پر تشریف لے آتے یہی وجہ سے ایمان والوں پر محبوب کریم ﷺ کی خاص عنایت کہ وہ اپنے رب کی طرف کثرت سے رجوع کرتے ہیں اور ہمیشہ نیک کام کرتے اور اسی کا حکم دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَخْبَتُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْۙ-اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِۚ-هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ[2]

ترجمہ کنزالایمان

بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اپنے رب کی طرف رجوع لائے وہ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔[3]

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا۔[4]

ترجمہ کنزالایمان

بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔

۵ -مؤمن مرد کی ایک صفت قرآن مجید میں یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے رب کے حضور کثرت سے سجدہ کرنے والا رکوع کرنے والا ہوتا ہے۔ یعنی نمازوں کا پابند ہوتا ہے اور ہر نیک کام کو ترجیح دیتا ہے۔ نمازوں میں فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کی کثرت کرکے قرب الٰہی حاصل کرتا ہے اور پھر اپنے رب کے حضور مقبولین میں شامل ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[5]

ترجمہ کنزالایمان

اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلے کام کرو اس امید پر کہ تمہیں چھٹکارا ہو۔

[1])البقرۃ ۱۵۵

[2])الھود ۲۳(

[3] (سورہ کہف، ۱۰۷)

[4])سورہ کہف ۱۰۸(

[5])سورہ الحج، ۷۷(

یہ چند مختصر صفاتِ مردمؤمن بیان کی گئی۔

ان صفات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم ہر لمحہ اپنے رب کے حضور صبر کرنے والے ہوں، اسکی اطاعت کرنے والے ہوں، صوم وصلوٰۃ کے پابندی کریں، کثرت سے بارگاہ الٰہی میں رجوع کریں۔

یہ وہ چند چیزیں جن سے رب العالمین کا قرب خاص نصیب ہوگا اور پھر یہ قرب اپنی ایسی لازوال برکتیں دیکھائے گا کہ جس کا ہم گمان بھی نہیں کر سکتے۔ اور پھر ان امور پر عمل کرنے سے رب العالمین ہمیں اپنے برگزیدہ بندوں میں شامل کرلے گا اور انعام واکرام سے نوازے گا۔

رب العالمین ہمیں اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے اور احکامات الٰہیہ پر عمل کرنے والا دین کو صحیح معنوں میں سیکھنے اور سیکھانے والا بنائے

آمین ثم آمین

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ

سید احسان شاہ عطاری

انصار صحابہ کے کسی گھرانے میں ایک بچے کی ولادت ہوئی، تو والدہ اسے لے کر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں، تو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو گھٹی دی اور بشارت سنائی کہ یہ قابلِ تعریف زندگی گزارے گا، شہید ہوگا اور جنت میں داخل ہوگا۔[1]

فرمانِ رسالت مآب ﷺ کے مطابق اس مبارک بچے نے اپنی زندگی بھلائی میں گزاری اور شہادت کا جوڑا زیبِ تن کیا وہ کوئی اور نہیں بلکہ ہجرتِ نبوی کے بعد انصار کے گھرانوں میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے حضرت سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ولادت: آپ رضی اللہ عنہ ہجرت کے چودھویں مہینے ربیع الثانی ۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔[2]

حضور ﷺ کے وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۸ سال ۷ مہینے تھی۔[3]

نام و نسب: آپ کا اسمِ گرامی: نعمان اور "ابوعبداللہ" کنیت ہے، آپ کا تعلق قبیلہ خزرج سے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام "**بشیر بن سعد**" جبکہ والدہ ماجدہ کا نام "**عمرہ بنت رواحہ**" ہے۔

بچپن کا ایک واقعہ: آپ رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا واقعہ کچھ یوں بیان فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ رسولِ کریم ﷺ نے مجھے دو خوشے عنایت فرمائے اور اشارہ کرکے فرمایا: اسے تم کھالینا اور اسے اپنی والدہ کو دے دینا، میں نے دونوں خوشے کھالیے بعد میں رسولِ کریم ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا تو میں نے عرض کی: وہ میں نے کھالیے یہ سن کر رسولِ کریم ﷺ نے مجھے کان سے پکڑ لیا۔"[4]

مناقب: آپ رضی اللہ عنہ صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن رَواحہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں۔[5]

اور آپ رضی اللہ عنہ کا شمار کم سِنْ (یعنی کم عمر) صحابہ میں ہوتا ہے۔[6]

حلیہ و عادات و اطوار: آپ رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے، ناک لمبی اور داڑھی گھنی تھی جبکہ زبان نہایت شیریں تھی آپ عابد وزاہد اور نرم طبیعت کے مالک تھے بلاوجہ جنگ و جدل کو پسند نہیں کرتے تھے آپ خوش بیان خطیب اور شاعر تھے جبکہ سخاوت، حکمتِ عملی اور اہلِ بیت سے محبت کا عنصر آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔[7]

خیر خواہی کا ایک واقعہ: حِمص کی گورنری کے دوران ایک جاننے والا شخص آپ کے پاس آیا اور اپنی مالی پریشانی ظاہر کی تو آپ نے اپنا سر جھکالیا پھر فرمایا: میرے پاس اس وقت تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے لیکن یمن والوں کی طرف سے اہلِ حِمص کے لئے ۲۰ ہزار کی رقم آئی ہوئی ہے اگر تم اجازت دو تو میں اہلِ حِمص سے بات کروں۔ اس نے اجازت دی تو آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کی اور

[1] (البدایہ والنہایہ، ج۵، ص ۷۶۰)
[2] (البدایہ والنہایہ، ج۵، ص ۷۵۹)
[3] (اسد الغابہ، ج۵، ص ۳۴۱)
[4] (الاستیعاب، ج۴، ص ۶۱)
[5] (الثقات لابن حبان، ج۱، ص ۴۵۴)
[6] (سیر اعلام النبلاء، ج۴، ص ۴۹۴)
[7] (الاستیعاب، ج۴، ص ۶۲)

لوگوں سے فرمایا: تمہارا ایک بھائی سخت پریشانی میں ہے اور اسے مدد کی ضرورت ہے، لوگوں نے کہا: ایک ایک دینار (سب کی طرف سے) دے دیں، لوگوں نے کہا 'ہم اس پر راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا: بیت المال سے تمہارے لئے عطیات نکالے جائیں گے اگر تم چاہو تو میں جلدی کر کے تمہارے عطیات میں سے اس پریشان شخص کو دے دوں۔ لوگوں نے اس کی بھی اجازت دی تو آپ نے بیت المال سے ۱۰ ہزار دینار نکال کر اس شخص کو دے دیئے۔[1]

اہلِ بیت سے محبت: سن ۵۹ ہجری میں جب امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاصد حضرت مُسلم بن عَقِیل رضی اللہ عنہ کُوفہ تشریف لائے اور ۱۲ ہزار افراد ان کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے گورنر ہونے کے باوجود اہلِ حق کا ساتھ دیا اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی، یزید کا ایک حمایتی شخص کہنے لگا: آپ کمزور ہیں شہر میں فساد ہو رہا ہے، آپ نے جواباً فرمایا: رب تعالیٰ کی نافرمانی کروں اور مجھے طاقتور کہا جائے اس سے زیادہ پسند مجھے یہ بات ہے کہ میں اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کروں اور کمزور کہا جاوں۔[2]

آپ کو جب یہ خبر پہنچی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لا رہے ہیں تو فرمایا: مجھے یزید سے زیادہ شہزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد محبوب ہے۔ یہ بات یزید کو پتا چلی تو اس نے آپ کو گورنری سے معزول کر دیا اور آپ کی جگہ اِبنِ زیاد کو گورنر بنا دیا۔[3]

اِبنِ زیاد نے کوفہ پہنچ کر یمنی لباس پہنا اور یمنی چادر سر پر ڈال کر منہ چھپا لیا پھر خچر لے کر چل پڑا، لوگ سمجھے کہ "امام حسین آگئے ہیں" لہٰذا نعرے لگانے لگے: خوش آمدید اِبنِ رسول اللہ! حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سمجھ کر محل کا دروازہ کھول دیا اس طرح اِبنِ زیاد نے محل پر قبضہ کر لیا۔[4]

آخرِکار آپ کوفہ چھوڑ کر شام چلے آئے۔[5]

سیاسی خدمات: حضرت فاروقِ اعظم یا حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہما نے آپ کو صدقات وصول کرنے پر ذمہ دار مقرر کیا، آپ نے ۵۳ ہجری دمشق میں حج کے فرائض انجام دیئے، پھر یمن کے امیر بنے اس کے بعد کوفہ میں ۹ مہینے تک گورنری کے عہدے پر فائز رہے۔

واقعہ کربلا سے پہلے یزید نے آپ کو معزول کیا تو آپ شام آگئے اور تاحیات حِمص کے گورنر رہے، ۶۴ ہجری میں یزید مرا تو آپ نے صحابیِ رسول حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو حِمص آنے کی دعوت دی۔[6]

شہادت و مرویات: حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خلافت کا اعلان کیا تو آپ نے حضرت عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کر لی تھی لیکن اہلِ شہر نے ساتھ نہ دیا اور سرکش و باغی ہو گی، آخرِکار آپ نے شہر چھوڑ دیا لیکن راستے میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔ واقعہ شہادت ۶۴ ہجری کے آخر یا ۶۵ ہجری کے شروع میں پیش آیا۔ مزارِ اقدس دَیرِ نعمان (نزد حِمص) شام میں ہے۔[7]

آپ رضی اللہ عنہ سے ۱۱۴ احادیثِ رسول مروی ہیں۔[8]

ضروری نوٹ: بعض جگہ حوالہ جات کا ذکر نہیں کیا گیا۔۔۔

اللہ کریم ہمیں صحابہ کرام علیہم الرضوان سے سچی پکی محبت نصیب فرمائے

آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

---

[1] (الاستیعاب، ج۵، ص۳۳۴)
[2] (تاریخ طبری، ج۹، ص۱۶۳)
[3] (المحاسن والمساوی، ص۵۵ ملخصاً)
[4] (تاریخ طبری، ج۹، ص۴۷ ملخصاً)
[5] (البدایہ والنہایہ، ج۵، ص۷۰۴)
[6] (طبقاتِ ابن سعد، ج۶، ص۱۲۲)
[7] (سیر اعلام النبلاء، ج۴، ص۴۹۵)
[8] (سیر اعلام النبلاء، ج۴، ص۴۹۴)

اصلاحِ امت میں علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کا کردار

عمر صدیق قادری

ولادت مبارکہ

آپ مشرقی یوپی (UP) ضلع بلیا کے سید پورہ نامی گاوں میں تقریباً ۱۹۲۵ء میں ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، اس گاؤں کو ابتداءً صرف "پورہ" کے نام سے جانا پہچانا جاتا تھا ایک سید صاحب جو عارف باللہ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آباد علیہ الرحمہ کے مرید وخلیفہ تھے کہیں سے سیاحت کرتے ہوئے اس پورہ گاؤں سے گزرے یہ گاوں انہیں اتنا پسند آیا کہ یہیں مقیم ہو گئے یہاں تک کہ اسی گاوں میں ان کا وصال بھی ہوا اور وہیں مدفون بھی ہیں ان کا مزار اقدس مرجعِ خلائق ہے اس وقت سے اس گاوں کا نام "پورہ" سے "سید پورہ" ہو گیا۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا عبد اللطیف علیہ الرحمہ ایک درویش صفت، منتقلی اور سلسلہ رشیدیہ کے مالک تھے۔ اس نسبت سے آپ کا نام "غلام رشید" تجویز فرمایا بعد میں "ارشد القادری" کے تخلص سے مشہور ومتعارف ہوئے۔(ذکرہ رئیس التحریر صفحہ ۳)

سلسلہ نسب:

حضرت علامہ غلام رشید المعروف بہ ارشد القادری بن مولانا عبدہ عبد اللطیف آپ کے والد ماجد بھی اپنے وقت کے عظیم علما میں شمار ہوتے تھے۔ جنہوں نے حضرت صدر الشریعہ، بدر الطریقہ حکیم مفتی ابو العلا محمد امجد علی اعظمی کے استاد، امام المعقولات، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ ہدایت اللہ خان صاحب رامپوری علیہ الرحمہ سے مدرسہ حنفیہ جونپور میں درسیات کی تکمیل کی آپ کے جد امجد مولانا عظیم اللہ صاحب نے بھی انہی استاد اور درسگاہ (علامہ ہدایت خان، مدرسہ حنفیہ) سے اکتسابِ فیض کیا۔

تعلیم وتربیت:

ابتدائی درسی کتب آپ نے اپنے والد ماجد اور جدا مسجد سے پڑھیں اس کے بعد آپ کے اور معظم فیض العارفین حضرت علامہ شاہ غلام آسی قبلہ مدظلہ العالی نے ہندوستان کی عظیم دینی اور شہرہ آفاق درسگاہ دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور جو اس وقت الجامعۃ الاشرفیہ کے نام سے دنیا میں مشہور ہے اور اس کے فارغ التحصیل طلبا دنیا کے گوشے گوشے میں دینِ اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں اس درسگاہ کے بطل عظیم جلالت العلم استاذ الاساتذہ حضور حافظ الملت والدین کی آغوش تربیت میں دے دیا جن کی نگاہ کیمیا اثر نے صرف انہی کو نہیں بلکہ ان جیسے سینکڑوں افراد کو دینِ اسلام کا عظیم ستون بنا دیا۔ اور جلد ہی اپنی فطری صلاحیتوں کے سبب آپ کا شمار ادارے کے ممتاز طلبا میں ہونے لگا، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ آپ کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ساری زندگی میں ارشد القادری کی طرح بخاری شریف کی عبارت پڑھنے والا کوئی نہیں ملا۔ علامہ کو حضرت کا اس قدر قرب حاصل تھا کہ جب چند اندرونی اسباب کی وجہ سے ۱۳۶۰ء میں حضرت حافظ ملت دار العلوم اشرفیہ مبارک پور سے جامعہ عربیہ ناگ پور تشریف لے گئے تو آپ بھی حضرت کے ہمراہ تھے۔

شرف بیعت:

شرفِ بیعت فقیہِ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ الحاج مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے حاصل تھا۔

ذیل میں نہایت اختصار کے ساتھ چند نمایاں کارنامے درج کیے جاتے ہیں۔

علمی و دینی خدمات:

حضرت علامہ موصوف کامصباح العلوم جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (انڈیا) سے ۱۹۰ ء میں علوم وفنون سے فراغت کے بعد سے آخری عمر تک ملک وبیرون ملک میں علمی، دینی تبلیغی، تدریسی اور قلمی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع و عریض ہے کہ اسے احاطہ تحریر میں لانا مجھ جیسے کم علم کے لیے ناممکن ہے حضرت علامہ موصوف نے مدرسہ اسلامیہ شمس العلوم ناگپور مہاراشٹر اور مدرسہ فیض العلوم تمشید پور بہار میں تدریسی خدمات انجام دیں وہاں سے کم وبیش ڈیڑھ ہزار ایسے جید علما پیدا کیے جو اکناف عالم میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں انہیں جید علما میں سے ایک ان کے بڑے چہیتے اور قابلِ فخر شاگرد اپنے وقت کے عظیم فقیہ جلال الملۃ والدین جلال الدین امجدی ہیں جن کی فقاہت اور علمی تصنیفی خدمات سے دنیائے سفید ہی نہیں بلکہ اغیار بھی خوب واقف ہیں۔ اء میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے حکم پر دینی و تبلیغی خدمت کے لئے صوبہ بہار کے مشہور شہر ناناً نگر جمشید پور تشریف لے گئے جہاں لگا تار پانچ سال تک کھلے آسمان کے نیچے سڑکوں کے کنارے پوریا بچھا کر قوم کے نونہالوں کو تعلیم دیتے رہے اور ہزاروں مصائب و آلام کے باوجود آپ کے قدموں میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ آئی۔

تعلیمی اداروں کا قیام:

حضرت علامہ نے تدریسی تصنیفی اور بحث و مناظروں کی مصروفیات کے باوجود اندرونِ ملک وبیرونِ ملک میں بے شمار ادارے قائم فرمائے جو آپ ہی کا حصہ ہے چند اداروں کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) ادارہ شرعیہ، چینہ بہار

(۲) مدرسہ فیض العلوم جمشید پور بہار

(۳) مدرسہ اسلامی مرکز رانچی بھار

(۴) مدرس بین الرسول کوڈرمہ بہار

(۵) مدرسہ تصویر الاسلام لینکو پیار

(۶) مدرسہ عزیز الاسلام جنکسلائی بسیار) جامعہ غوثیہ رضویہ پیروالی گلی سہارنپور یوپی

(۷) جامعہ نظام الدین اولیا بنی دیلی

(۸) جامعہدیہ الاسلام واین باگ، ہالینڈ

(۹) اسلامک مشنری کالج پریڈ فورڈ برطانیہ

(۱۰) دار العلوم عظیمیہ، موری نام امریکہ

اس کے علاوہ ملک و بیرون ملک میں تبلیغی و تیمی درپی وثقافتی ادارے ومساجد قائم فرمائے ان میں عالمی شہرت یافتہ اور قابل فخر ادارے ورلڈ اسلامک مشن اور دعوت اسلامی بھی شامل ہیں اول الذکر ادارہ کی بنیاد[1] مکہ مکرمہ کے دار ارقم میں رکھی گئی یہ وہی مقام ہے کہ جہاں سید الانبیاء نے دین قویم کی بنیاد رکھی تھی اور آخر الذکر (دعوت اسلامی) کی داغ بیل پاکستان کی تعلیم دینی درسگاہ دار علوم محمدیہ کراچی میں ڈالی گئی نیز حضرت علامہ کے عظیم کارناموں میں یہ کارنامے بھی ہیں۔

مدرسہ فیض العلوم کا قیام:

سالہا سال کی جدوجہد اور روز وشب کی کوششوں سے ان کمپنی کی زمین حاصل کر کے دار العلوم فیض علوم کی بنیاد رکھی۔ یہ ایک ایسا عظیم کارنامہ تھا جس نے جمشید پور کے بچے بچے کو آپ کا گرویدہ کر دیا نعمانی سے کیا اس مناظرے میں اہل سنت کی طرف سے فرائض صدارت پر حضور مجاہد ملت علامہ محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ علیہ الرحمہ تھے جبکہ دیو بندیوں کی طرف سے صدر مولوی اسماعیل سنگی تھا۔ مناظرے کے دوسرے دن بحث کے دوران دیوبندی مناظر مولوی عبد اللطیف نعمانی کو اقرار کرنا پڑا کہ حفظ الایمان ص ۱۳ کی عبارت

---

[1] (ذکرہ رئیس التحریر صفحہ ۶)

میں لفظ "کیا" تحشیہ کے لیے ہے اور اس لفظ سے رسول اللہ ﷺ کے علم پاک کو رذائل (کمتروں) سے تشبیہ دی گئی ہے جو موجب اہانت و کفر ہے اس اقرار کے نتیجے میں سارے مجمع پر یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح روشن اور واضح ہوگئی کہ مولوی اشرف علی تھانوی اور ان کی حمایت کرنے والے دیوبندی مناظرین اقراری طور پر اہانت رسول ﷺ کے مرتکب اور خارج از اسلام ہیں یہ اعلان ہوتا تھا کہ دیوبندی مناظرین اسٹیج چھوڑ کر بھاگ گئے جو ان کی قدیم روایت ہے اور اہل سنت نے فتح مبین زندہ آباد کے نعرے لگائے اس مناظرہ میں معاونین کی حیثیت سے اہل سنت کی طرف سے جو علما شریک ہوئے تھے ان میں سلطان تضمین المحکمین حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ، اجمل العلماء حضرت مفتی شاہ اجمل صاحب نعیمی، حضرت علامہ نظام الدین صاحب الہ آبادی، مجاہد دوران حضرت سید مظفر حسین صاحب کچھو چھوی اور حضرت مولانا مفتی شائق صاحب نعیمی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

دوسرا مناظرہ

حضرت علامہ موصوف نے دوسرا مناظرہ بھوابازار ضلع چھپرا (بہار) میں قیام اسلام کے موضوع پر کیا اس مناظرے میں دیوبندیوں کی طرف سے مناظر مولوی عبد السلام لکھنوی تھے اور صدر مولوی نور محمد ٹانڈوی تھے جبکہ اہل سنت کی طرف سے صدارت کے فرائض سلطان المتکلمین حضرت مفتی رفاقت حسین صاحب علیہ الرحمہ نے انجام دیے یہ مناظرہ حضرت علامہ نے ایک ہی دن میں فتح کر لیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ کئی مہینے بیشتر مولوی عبد السلام لکھنوی بھوا بازار آئے اور انہوں نے اپنی تقریر میں قیام وسلام کی خدمت میں چیخ چیخ کر اعلان کیا تھا کہ سلام و قیام ناجائز و حرام ہے جب مناظرہ شروع ہوا تو اس موضوع پر بحث کے آغاز سے پہلے ہی حضرت علامہ نے ان سے سوال کیا کہ قیام اسلام کے بارے میں آپ کا بمایتی عقیدہ کیا ہے کیا آپ اس کو حرام کہتے ہیں یا نا جائز؟ سوال کے تیور سے ہی فریق نے سمجھ لیا کہ اگر میں حرام کہتا ہوں تو یہ بحث مجھے تو (مشکل) میں ڈال دے گی اس لیے اس نے جواب سے جان چھڑانے کے لیے الٹا حضرت علامہ سے سوال کر دیا کہ آپ بتایئے کہ آپ قیام وسلام کو کیا سمجھتے ہیں؟ حضرت علامہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میرے سوال کے بعد آپ کی حیثیت صرف مجیب کی ہے اگر آپ جواب دے سکتے ہو تو جواب دیجیے ورنہ صاف صاف کہہ دیجیے کہ میں جواب نہیں دے سکتا پھر وہ کھڑے ہوئے اور جواب دینے کے بجائے الٹے حضرت علامہ سے سوال کرتے رہے جو ان کا ہمیشہ سے شیوہ رہا ہے جب کئی بار ایسا ہوا تو مجمع میں سے بہت سے لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کیا کہ کیوں مولوی صاحب آج سے تین مہینے پہلے آپ ہی یہاں آئے تھے اور آپ جلسے میں گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہے تھے کہ سلام و قیام حرام ہے، اسلام و قیام حرام ہے لیکن آج جب اہل سنت کا شیر آیا ہے تو وہی بات ان کے سامنے کیوں نہیں دہراتے اس کا کھلا ہوا مطلب ہے کہ ہم لوگوں کو مورکھ (بے وقوف سمجھ کر آپ نے دھوکہ دیا جب آپ ہمارے مناظر کے سامنے اپنا عقیدہ بیان نہیں کر سکتے تو پھر آپ بحث کیا کریں گے اس جلسہ میں سب لوگ اچھی طرح سمجھ گئے کہ جب آپ قیام و سلام کو بار بار مطالبہ کے باوجود حرام نہیں کہہ سکتے تو اس کا حرام ہونا کیا ثابت کریں گے عوام کے اس رد عمل کے نتیجے میں دیوبندیوں کی بڑی رسوائی ہوئی اور اپنے مناظر کو اسٹیج سے اٹھا کر لے گئے کیوں کہ عوام کا شور و شغب اتنا بے قابو ہو گیا کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا اور اس کے بعد اہل سنت نے فتح کا جلوس نکالا اور پورا علاقہ تکبیر ورسالت کے نعروں سے گونجتا رہا اس مناظرہ کے بعد سے چھپرا سیوان اور گوپال گنج کے علاقے میں سنیت کا ماحول پیدا ہو گیا اور جگہ جگہ اہل سنت کے ادارے و مدارس قائم ہوئے۔[1]

[1] (ذکرہ رئیس التحریر صفحہ ۹)

وصال مبارک:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا نور نظر علم و فضل کا آفتاب، شریعت و طریقت کا نقیب محافظ دین مصطفیٰ وارث علوم نبی، حب رسول سے سر شار، بر صغیر کے ذرے ذرے کو چکا کر دنیا اسلام کا یہ ماہ کامل سے سال کی عمر میں ۲ صفر استغفر ۱۳۲۳ھ بروز ہفتہ بمطابق ۲۹ اپریل ۲۰۰۶، سہ پہر تین بجے غروب ہو گیا۔ نگاہ ظاہری سے ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا آپ کا مزار جمشید پور میں ہے ہندوستان کے شہر سید پور کے اس عظیم فرزند پر عالم اسلام جس قدر فخر کریں کم ہے اللہ تبارک و تعالی سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیب رؤوف الرحیم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے صدقے و طفیل علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے [۳]

آمین!

[۳] (ارشد کی کہانی ارشد کی زبانی صفحہ ۱۵)

تعارف الحاد اور اسکا رد قسط اول

محمد مبشر رضا

کسی بھی چیز کو جاننے کے لیے سب سے پہلے اس چیز کی معرفت کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جب ہمیں اس چیز کی معرفت نہیں ہوگی۔ تو ہم اس چیز میں بحث نہیں کر سکتے گئے۔ ہم کچھ الحاد کے اوپر بات کرتے ہیں۔ محترم قارئین کرام الحاد ایک ایسی بیماری ہے جو ہمارے عقیدے کو خراب کر دیتی ہے۔ جسکی وجہ سے ہم اپنے پیارے دین اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

اور یہ الحادی فکر ہمارے معاشرے میں دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اور ہر آنے والی خبر یہ موصول ہوتی ہے کہ فلاں فلاں شخص ملحد ہو گیا۔

آیئے ہم پڑھتے ہیں کہ الحاد کیا چیز ہے۔

الحاد کا لغوی معنی

عربی زبان میں لفظ الحاد کا لغوی معنی انحراف کرنا یعنی درست راستہ سے ہٹ جانا۔

الحاد یہ لحد سے ماخوذ ہے اور لحد کا لفظ قبر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس سے مراد وہ طاق یا دراڑ ہے جو قبر میں ایک جانب ہٹی ہوئی ہوتی ہے اور جس میں میت کو رکھا جاتا ہے۔ چونکہ یہ طاق یا دراڑ قبر سے منحرف ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اسکو لحد کہا جاتا ہے۔

اور اسی لحد سے الحاد بھی بنا ہے۔ کیونکہ جو ملحد شخص ہوتا ہے وہ اپنے عقیدے سے ہٹا ہوا ہوتا ہے۔

الحاد کا اصطلاحی معنی

مصری ملحد اسماعیل احمد ادہم نے اپنی کتاب لماذا انا ملحد میں الحاد کی اصطلاحی تعریف یوں بیان کی۔ الحاد اس بات پر یقین کو کہتے ہیں۔ کہ کائنات کا سبب خود کائنات ہے اور اس عالم کے علاوہ کسی بھی چیز کا وجود نہیں ہے۔[1]

یعنی اس ملحد کا نظریہ یہ ہے کہ کائنات خود بخود چل رہی ہے۔ اور اس کائنات کو چلانے والا کوئی نہیں ہے۔ اور رب تعالیٰ کی ذاتِ کا انکار کرنا یہ اصل میں الحاد ہے۔

ملحد کی تعریف

محترم قارئین کرام اگر دیکھا جائے لفظ ملحد لغوی تعریف کے اعتبار سے کفر کی تمام اقسام کو شامل ہے۔

اور اصطلاحی تعریف کے اعتبار سے اگر کوئی شخص زبان سے تو حق کا اقرار کرتا ہے۔ مگر ضروریات دین میں سے کسی امر کی ایسی تشریح کرتا ہے جو صحابہ کرام؛ تابعین عظام اور اجماع امت کے خلاف ہو تو وہ شخص ملحد ہے۔

---

[1] لماذا انا ملحد صفحہ ۸

الحاد کی تاریخ

الحادی فکر کے لوگوں اسلام سے پہلے مسیح کے دور سے چلے آرہے ہیں۔ قرآن کے نازل ہونے کے وقت بھی یہ طبقہ موجود تھا۔

ایک اصول یاد کر لیں زمانہ قدیم سے ہی بعض لوگ الحاد کے کسی نہ کسی شکل میں قائل تھے۔

لیکن خدا کے وجود کا انکار بہت کم کیا گیا۔

لیکن دنیا میں عوام الناس کی اکثریت ایک یا ایک سے زیادہ خداؤں کی قائل رہی ہے۔

قدیم زمانے میں بہت کم ہی افراد خدا کے وجود کا انکار کرنے والے تھے۔

بڑے مذہب میں سے صرف ایک ہی ایسا مذہب ہے جس میں خدا کے وجود کا تصور نہیں وہ صرف بدھ مت اور ہندو کے بعض فرقے جیسے جین مت اور اس کے علاوہ چند فلسفی گزرے ہیں۔ جنہوں نے خدا کے وجود کا انکار کیا۔

دنیا میں یا توشرک کا غلبہ رہا یا تو انبیاء کے ماننے والے غالب رہے۔

الحاد اس وقت ظاہر ہوا جب دین اسلام ترقی کر رہا تھا۔ ہر طرف اسلام کا جھنڈا تھا۔ اور جو اسلام کے دشمن تھے یہود و نصاریٰ ان کی کوشش سے یہ فرقہ قائم کیا گیا۔ اس لیے کہ مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں۔

الحاد کی تاریخ سولہویں صدی سے شروع کر سکتے ہیں۔ اور بیسویں صدی میں اسکی تشہیر عروج پر پہنچ گئی۔

چند ملحدین نے تصنیفات کے ذریعے الحاد کو شہرت دی۔ اور الحادی نظریات کو فروغ دینے کے لیے مختلف سیمینار منعقد کیے۔

ان ملحدین کے نام یہ ہے۔

۱) رچرڈ ڈاکنز

۲) ڈینیئل ڈینٹ

۳) کرسٹو فر ہیچنز

۴) سیم ہیرس

اہل ایمان میں الحاد کیسے پیدا ہوا

ابتداً الحاد مسلمانوں میں بے اثر رہا اور جب ملحدین نے دیکھا کہ اسلام کے اوپر اسکا کوئی اثر نہیں ہو رہا تو انہوں نے بڑی چالاکی سے فکری الحاد کی راہ اختیار کی۔

اور ہوشیاری کے ساتھ دنیاوی تعلیم ادارے قائم کیے۔ جن میں سیکولرازم جیسا خوبصورت نام رکھ کر الحادی سوچ کو ترویج دی۔

لوگ اعلیٰ تعلیم کے چکر میں ان تعلیمی اداروں میں جاتے رہے اور انجانے میں الحاد کا شکار ہوتے رہے۔

ساتھ میں ان تعلیمی ادارے والوں نے مرد و عورت کو مخلوط کر کے تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔

تاکہ نفس کی خواہشات کو پورا کرنے والے اس جال سے میں داخل ہو جائے۔

محترم قارئین کرام

ہماری آنکھیں اس بات کی گواہ ہیں۔ کہ اعلی تعلیم کے نام پر جو ادارے قائم کیے گئے۔ انہوں نے الحادی سوچ کو گھر گھر تک پہنچایا۔ اس کے بعد ہوا یہ جو افراد گناہ کرنے کی آزادی چاہتے تھے۔ جسکی اجازت مذہب اسلام نہیں دیتا تھا۔ تو ایسے افراد بھی الحاد اور لادینیت کا سہارا لیتے ہوئے اپنی ناجائز خواہشات کی تکمیل کی۔

کیونکہ دین اسلام جن باتوں سے روکتا ہے۔ ان باتوں سے باز رہنا ضروری ہے۔ اور دین اسلام جن باتوں کا حکم دیتا ہے انکی تعمیل ضروری ہے۔

الحاد اور لادینیت ان تمام چیزوں سے بے نیاز کرتی ہے۔ الحاد تو یہ کہتا ہے آپ کا جو دل کرے آپ کرتے جائیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔

اگر آپ دین کو مانیں گے تو دین کے تمام احکام کو ماننا پڑے گا جسکی وجہ سے ہماری تمام خواہشات دین کے راستہ میں پوری نہیں ہو گی۔

محترم قارئین کرام

ہم نے پڑھا کہ الحاد ہمارے عقیدے کے لیے کتنا خطرناک ہے۔ تو ہم سب پر لازم ہے۔ ہم اپنی ہر طرح کی خواہشات کو دین اسلام کے تابع کر دے۔ جسطرح دین اسلام ہمیں حکم دے ہم ویسے کرے۔

تو اللہ پاک کے کرم سے ہم الحاد اور لادینیت سے محفوظ رہیں گے۔ اور اپنی آنے والی نسلوں کو بھی محفوظ رکھے گئے۔

شیخِ محقق کی حدیثی خدمات

ابو الحسن علی رضا ہزاروی

شیخ عبد الحق محدثِ دہلوی رحمہ اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، آپکی شخصیت سے اہلِ علم حضرات کافی حد تک واقف ہیں، اس لیے یہاں تعارف کو تفصیلاً ذکر نہیں کیا جائے گا البتہ مختصر تعارف حصولِ برکت کے واسطے کیا جارہا ہے تاکہ جو نہیں جانتے وہ بھی شیخِ محقق رحمہ اللہ کی شخصیت کو جان کر مستفیض ہوں۔

نام وولادت ووفات

آپ رحمہ اللہ کا اسم گرامی عبد الحق ہے، آپ کے مشہور القابات یہ ہیں شیخ محقق، محقق علی الاطلاق، محدث دہلوی، آپ ۹۵۸ سن ہجری بمطابق ۱۵۵۱ء کو بمقام دہلی میں پیدا ہوئے اور اپنے ارد گرد کے ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے لوگوں کو اپنی خدماتِ دینیہ سے مستفیض فرمایا، اور اسلامی ہند کی فضائے علم و ادب جن روشن اور تابناک ستاروں سے مزین ہے، ان میں شیخ محقق رحمہ اللہ کو ایک امتیازی شان حاصل ہے، انہوں نے نصف صدی سے زیادہ درس و تدریس اور ارشاد و تلقین کا ہنگامہ گرم رکھا اور ان کا قلم عمر بھر قرآن و حدیث کے اسرار و حکم کی کشف و تحقیق میں گہر افشانی کرتا رہا شرح سفر السعادات میں ایک جملہ جو انہوں نے دوسروں کیلئے لکھا خود ان پر صادق آتا ہے:

"بہ تجدید و ترویجِ علم جمالے تازہ بر چہرہ دین و ملت افزوند"[۱]

شیخِ محقق اور حدیثی خدمات

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا سب بڑا اور اہم کارنامہ علمِ حدیث سے متعلق ہے، اس بات کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ آپکو امامِ محدثانِ وقت کے لقب سے بھی یاد کیا گیا، نیز آپ نے علمِ حدیث ایک ایسے دور میں جب کہ علمِ حدیث شمالی ہندوستان میں تقریباً ختم ہوچکا تھا انہوں نے اپنی مسلسل اور پر خلوص جدوجہد سے اس کو از سر نو زندہ کیا مزید یہ کہ آپ نے کتبِ احادیث کو اپنے زمانے کے نصاب و منہج کا ایک لازمی جزو بنادیا، خود انہوں نے اپنے مدرسہ میں کتبِ احادیث کے باقاعدہ درس کی ابتدا کی ان کی اولاد در اولاد نے آپ کے مدرسہ کو برقرار رکھا۔[۲]

علمِ حدیث کے متعلق شیخ محقق نے تقریباً ۱۲ کتب لکھ کر امت پر احسانِ عظیم فرمایا ہے، علم حدیث میں آپ کا ایک بہت بڑا کارنامہ مشکوۃ شریف کی شرح اشعۃ اللمعات اور لمعات التنقیح ہے جس سے آپ کو بین الناس و بین العلماء کافی شہرت ہوئی، آپکی حدیثی خدمات میں آپکا چند کتبِ احادیث کی تصنیف و تالیف کرنا بھی ہے، ان کتبِ احادیث کو بمع مختصر تذکرہ کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ شریف

عربی زبان میں مشکوۃ کی شرح ہے، دو جلدوں پر مشتمل ہے، شیخ محقق نے فہرس التوالیف میں سر فہرست اسی کا ذکر کیا، آپ نے ۲۴ رجب المرجب ۱۰۲۵ھ کو لمعات التنقیح کی تکمیل فرمائی، لمعات میں لغوی و نحوی مشکلات اور فقہی مسائل کو عمدگی سے حل کیا ہے علاوہ ازیں احادیث سے فقہ حنفی کی تطبیق نہایت کامیابی کے ساتھ کی گئی ہے فرماتے ہیں: کہ اس شرح کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضرت امامِ شافعی اصحاب الرائے سے ہیں اور امام اعظم اصحابِ ظواہر سے ہیں، لمعات کا مقدمہ نہایت جامع اور مفید ہے۔

آپ رحمہ اللہ کی ایک اور خوبصورت کتاب جس کا نام ہے

۲۔ جمع احادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین

[۱] شرح سفر السعادات ص ۲

[۲] تذکرہ، ص ۲ بتغیر و تصرف

اس میں شیخِ محقق رحمہ اللہ نے ایسی احادیث کو جمع کیا جن میں رسولِ اکرم ﷺ نے بادشاہوں کو ہدایات کی ہیں۔

آپ رحمہ اللہ کی ایک اور زبردست تالیف جسکا نام ہے۔

۳۔ جامع البرکات منتخب شرح مشکوۃ

یہ شرح مشکٰوۃ کا دو جلدوں میں خلاصہ تھا

۴۔ سالہ اقسام حدیث

عربی زبان میں علم حدیث پر مشتمل مفید رسالہ ہے۔

۵۔ ماثبت بالسنہ فی ایام السنہ (عربی)

اس کتاب میں ماہِ محرم سے لے کر ماہِ ذی الحجہ تک ان تمام مذہبی مناسک کا تفصیلی ذکر ہے جو حدیث پاک سے ثابت ہیں، عاشورہ محرم کے بارے میں جو صحیح حدیثیں مروی ہیں ان کو نقل کیا ہے اور محرم میں جو توہمات ہیں ان کی تردید کی گئی ہے۔

۶۔ الاکمال فی اسماء الرجال

اس کتاب کا ذکر فہرس التوالیف میں نہیں، البتہ ڈاکٹر زبید احمد نے شیخِ محقق کی عربی تصانیف کے ضمن میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۷۔ اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی المشکٰوۃ

فنِ اسماء الرجال پر ان کی مشہور تصنیف ہے، اس میں مشکٰوۃ شریف کے تمام راویانِ حدیث یکجا کر دیے گئے ہیں۔

۸۔ شرح سفر السعادات

سفر السعادت (جسکی شرح شیخِ محقق رحمہ اللہ نے لکھی) یہ کتاب مولانا مجد الدین فیروز آبادی رحمہ اللہ (صاحبِ قاموس) کی تصنیف ہے، اس میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ احادیث جو عبادات، احوال ومعاش سے متعلق ہیں جمع کی گئی ہیں۔

۹۔ تحقیق الاشارۃ فی تعمیم البشارۃ

اس کتاب میں حضرت شیخِ محقق رحمہ اللہ نے وہ تمام احادیث جمع فرمائیں جس میں کسی نا کسی بزرگ کو جنت کی بشارت دی گئی۔[1]

اوپر ذکر کردہ تمام کتب شیخِ محقق کی خدمتِ علم حدیث پر دال ہیں، آپ کی حدیثی خدمات سے اس بات کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپکو مصطفٰی جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس قدر محبت تھی کہ دن، رات سرورِ کائنات علیہ والصلٰوۃ والسلام کی احادیث کو پڑھتے، پڑھکر دوسروں تک پہنچاتے چاہے وہ تحریر و تقریر کی صورت میں ہو، یا تصنیف و تالیف کی صورت میں، البتہ آپ نے ایک بہت بڑا ذخیرہ علم، علما و عوام تک پہنچایا اللہ کریم ہمیں آپکی خدماتِ دینیہ کو منظرِ عام پر لانے کی توفیقِ رفیق بخشے،

نیز ہمیں اپنے بزرگانِ دین کی خدمات عالیہ کو نہ صرف خود پڑھنا چاہیے بلکہ اسے دوسروں تک بھی پہنچانا چاہیے تاکہ فیضِ علم کا دریا تمام لوگوں تک پہنچے۔

آمین بجاہ طہ ویس

---

[1] حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی، خلیل احمد نظامی، مکتبہ رحمانیہ ص ۱۶۰ تا ۱۷۱ بتغیر و تصرف

ڈھارس

ابو حنین سید ثقلین البخاری

موجودہ حالات کا اگر جائزہ لیا جائے تو مسلم معاشرے کے حالات نا گفتہ بہ (نا قابلِ بیان) ہیں۔ علمی اور عملی انحطاط تو تھا ہی، اب معاشی بد حالی نے مسلمانوں کا برا حال کر دیا ہے۔ معیشت دن بدن تنزلی کی طرف جا رہی ہے۔ ان حالات میں تقریباً ہر دوسرا بندہ پریشانیوں میں گھرا ہوا ہے۔ رزق کی تنگی اور برکت کے اٹھ جانے کی بہت سے لوگ شکایت کرتے نظر آ رہے ہیں، چاہے دنیاوی طور پر کوئی بہت مالدار ہے یا غریب طبقے سے تعلق رکھتا ہے، کسی نا کسی پریشانی میں گھرا ہوا ہے۔ جب انسان کسی پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے، تو پھر اس کی زبان پر طرح طرح کے شکووں سے بھرپور کلمات جاری ہوتے ہیں۔ اور دل میں مختلف قسم کے وسوسے جنم لیتے ہیں۔

کبھی انسان سوچتا ہے کہ ساری پریشانیاں میرے ہی دامن گیر ہوئی پڑی ہیں، باقی سب تو عیش کی زندگی گزار رہے ہیں۔ تو کبھی اس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ ہم تو نیک کام بھی کرتے ہیں، نماز روزے کی بھی پابندی کرتے ہیں نہ جانے پھر کیا مسئلہ ہے، ہمارے کام حل ہوتے نظر نہیں آتے، اور کبھی تو اپنے حال کو کفار کی حالت سے ملاتے نظر آتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، اللہ اور اس کے نبی ﷺ کے ماننے والے ہیں لیکن ہماری معیشت کی کوئی حالت ہی نہیں، اور ہم لوگ بدحالی کی زندگی گزار رہے ہیں، حالانکہ دوسری طرف دیکھیں تو کفار کا معاملہ ہی عجیب ہے، وہ اللہ پاک کا انکار بھی کریں، برملا اس کی نافرمانیوں کے بازار بھی گرم کریں لیکن ان کی نعمتوں، آسائشوں اور عیش و عشرت میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ وہ لوگ تو دن بدن ترقی کی راہوں پر گامزن ہیں۔ اس طرح کے مختلف وسوسے اور سوالات انسان کو بے چین کر دیتے ہیں۔ اس مضمون کو اگر دل و دماغ کو حاضر رکھ کر پڑھا جائے تو یقیناً دل کو "ڈھارس" ملے گی۔

جب بھی یہ خیال آئے کہ ساری مصیبتوں نے مجھے ہی آ گھیرا ہے، اس کا حل یہ ہے کہ مندرجہ ذیل احادیث کو پڑھیں دلی اطمینان حاصل ہو گا چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مومن اور مومنہ کو جان، مال اور اولاد کے ذریعے آزمایا جاتا رہے گا، یہاں تک کہ وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہو گا"۔[1]

ایک اور حدیثِ پاک میں ہے کہ "جس کسی مسلمان کو کوئی کانٹا چبھے، یا اس سے بھی معمولی مصیبت پہنچے، تو اس کے لیے ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے، اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے"۔[2]

تو بندۂ مؤمن کا مصیبت میں مبتلا ہونا کس قدر فضیلت کا باعث ہے۔

جب بھی کسی مصیبت مبتلا ہوں تو بجائے واویلا مچانے کے صبر و تحمل سے کام لے کر اس کے اجر کو محفوظ کر لیں کہ بے صبری اور شکوہ کرنے سے اس کا اجر جاتا رہتا ہے، جس وقت بھی کوئی پریشانی لاحق ہو اپنا ذہن بنا لیں کہ اس میں میرے لیے کوئی بھلائی ہو گی، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے چنانچہ حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے آقا و مولا ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "اللہ کریم جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے"۔[3]

---

[1] ترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، ۴/۱۷۹، حدیث:۲۴۰۷

[2] مسلم، کتاب البر والصلہ، باب ثواب المومن فیما۔۔۔۔ الخ، ص ۱۳۹۱، حدیث: ۲۵۷۲

[3] بخاری، کتاب المرضی، باب ماجاء کفارۃ المرض، ۴/۴ حدیث:۵۶۴۵

سبحان اللہ کتنی پیاری حدیثِ پاک ہے، انسان یہ تصور تو کرے اور اس بات کی لذت تو محسوس کرے کہ اللہ کریم میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کئے ہوئے ہے، اس تصور کی لذت اگر ہمیں حاصل ہو جائے تو حق یہ ہے کہ انسان کو مصیبت کے آپڑنے کی اذیت تو بہت دور اس کا خیال بھی باقی نہ رہے، پھر انسان مصیبت کے آنے پر بھی خوشی سے پھولے نہ سمائے کہ دونوں عالم کا پالن ہار میرا رب میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کئے ہوئے ہے، اس طرح اپنی ذہن سازی خود کرتے رہیں گے، تو انشاءاللہ صبر و شکر کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹے گا۔

آخر میں یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ اگر کبھی یہ خیال ستائے کہ کفار کے پاس اس قدر نعمتیں ہیں حالانکہ وہ اللہ پاک کو بھی نہیں مانتے اور ہم مصائب سے دوچار ہیں اس کی کیا وجہ ہے: تو یہ حدیث پڑھ کر فوراً اس خیال کو ذہن سے نکال دیجئے چنانچہ حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ایک نبی علیہ السلام نے اپنے پرودگار کی بارگاہ میں عرض کی "اے میرے رب مومن بندہ تیری اطاعت کرتا اور تیرے معصیت سے بچتا ہے، (لیکن) تو اس کے لیے دنیا تنگ فرما کر آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے اور کافر تیری اطاعت نہیں کرتا بلکہ تجھ پر اور تیری معصیت پر جرأت کرتا ہے، لیکن تو اس سے مصیبت کو دور رکھتا ہے، اس کے لیے دنیا کشادہ کر دیتا ہے (اس میں کیا حکمت ہے؟) اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی: بندے بھی میرے ہیں اور مصیبت بھی میرے اختیار میں ہے اور سب میری حمد کے ساتھ میری تسبیح کرتے ہیں۔ مومن کے ذمہ گناہ ہوتے ہیں، تو میں اس سے دنیا کو دور کر کے اس کو آزمائش میں ڈالتا ہوں تو یہ (آزمائش و مصیبت) اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے گا تو میں اسے نیکیوں کا بدلہ دوں گا، اور کافر کی (دنیا کے اعتبار سے) کچھ نیکیاں ہوتی ہیں، تو میں اس کے لیے رزق کشادہ کرتا اور مصیبت کو اس سے دور رکھتا ہوں تو یوں اس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیتا ہوں، حتیٰ کہ جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا، تو میں اس کے گناہوں کی اس کو سزا دوں گا"۔

یہ سوچ بنانے کی ضرورت ہے کہ یہ بظاہر نظر آنے والی مصیبت حقیقت میں رب کا انعام ہے، ان شاء اللہ اس کی برکت سے صبر کرنا بھی آسان ہو گا اور رب کی رضا بھی حاصل ہو گی۔

ان شاء اللہ

مضمون نگاری اعلی درجے کا کام ہے، اہل سنت کو ہزاروں لکھاریوں اور مصنفین کی سخت حاجت ہے اور یہ ضرورت اس وقت پوری ہو سکتی ہے جب لکھنے والے سخت محنت کو اپنائیں۔

(مفتی محمد قاسم عطاری دامت برکاتہم العالیہ)